13

Siraj-ul-Haq Siddiqi

هفت روزہ

خدام الدین لاہور

زیر سرپرستی

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی مدظلہ

شیرانوالہ دروازہ لاہور

۱۱ ربیع الاول ۱۳۷۸ھ

۲۶ ستمبر ۱۹۵۸ء

قیمت ۵ آنے

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ۞ لاہور

اَحَادِیثُ الرَّسُولِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّم

عالم اور دنیا دار کا فرق

عَنْ عَوْنٍ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُودٍ مَنْهُومَانِ لَا يَشْبَعَانِ صَاحِبُ الْعِلْمِ وَصَاحِبُ الدُّنْيَا وَلَا يَسْتَوِيَانِ أَمَّا صَاحِبُ الْعِلْمِ فَيَزْدَادُ رِضًا لِلرَّحْمٰنِ وَأَمَّا صَاحِبُ الدُّنْيَا فَيَتَمَادَى فِي الطُّغْيَانِ ثُمَّ قَرَأَ عَبْدُ اللّٰہِ كَلَّا إِنَّ الْإِنْسَانَ لَيَطْغَى أَنْ رَآهُ اسْتَغْنَى قَالَ وَقَالَ الْآخَرُ إِنَّمَا يَخْشَى اللّٰہَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ۔

عونؒ کہتے ہیں کہ عبداللہ بن مسعودؓ نے بیان کیا کہ دو حریص ہیں جو (کبھی) سیر نہیں ہوتے۔ اہل علم اور دنیا دار اور (درجہ میں) دونوں برابر نہیں۔ اہل علم تو زیادہ کرتا ہے خدا کی رضا مندی و خوشنودی کو اور دنیا دار پس زیادتی کرتا ہے سرکشی میں۔ پھر پڑھی عبداللہ بن مسعود نے یہ آیت اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰى اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى یعنی انسان البتہ سرکشی کرتا ہے۔ اس لئے کہ اپنے آپ کو بے پروا جانتا ہے۔ عون راوی کہتے ہیں کہ عبداللہ بن مسعودؓ نے عالم کے حق میں یہ آیت پڑھی اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ یعنی خدا کے بندوں میں عالم خدا سے ڈرتے ہیں۔ (دارمی)

دیندار دنیا داروں سے نفع نہیں اٹھا سکتے

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أُنَاسًا مِنْ أُمَّتِي سَيَتَفَقَّهُونَ فِي الدِّينِ وَيَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ يَقُولُونَ نَأْتِي الْأُمَرَاءَ فَنُصِيبُ مِنْ دُنْيَاهُمْ وَنَعْتَزِلُهُمْ بِدِينِنَا وَلَا يَكُونُ ذٰلِكَ كَمَا لَا يُجْتَنَى مِنَ الْقَتَادِ إِلَّا الشَّوْكُ كَذٰلِكَ لَا يُجْتَنَى مِنْ قُرْبِهِمْ إِلَّا قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ كَأَنَّهُ يَعْنِي الْخَطَايَا رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ۔

ابن عباسؓ کہتے ہیں۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میری امت میں سے بہت سے لوگ دین کا علم حاصل کریں گے اور قرآن پڑھیں گے۔ اور کہیں گے کہ ہم امرا کے پاس جاکر ان کی دنیا (دولت) میں سے اپنا حصہ حاصل کریں گے اور اپنے دین کو ان سے علیحدہ رکھیں گے۔ لیکن ایسا نہیں ہوتا۔ جس طرح خار دار درخت سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ مگر کانٹا اسی طرح امرا کی صحبت سے نہیں حاصل ہوتا مگر گناہ (ابن ماجہ)

دین سے دنیا کو حاصل نہ کرو

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ لَوْ أَنَّ أَهْلَ الْعِلْمِ صَانُوا الْعِلْمَ وَوَضَعُوهُ عِنْدَ أَهْلِهِ لَسَادُوا بِهِ أَهْلَ زَمَانِهِمْ وَلٰكِنَّهُمْ بَذَلُوهُ لِأَهْلِ الدُّنْيَا لِيَنَالُوا بِهِ مِنْ دُنْيَاهُمْ فَهَانُوا عَلَيْهِمْ سَمِعْتُ نَبِيَّكُمْ صَلَّی اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ جَعَلَ الْهُمُومَ هَمًّا وَاحِدًا هَمَّ آخِرَتِهِ كَفَاهُ اللّٰہُ هَمَّ دُنْيَاهُ وَمَنْ تَشَعَّبَتْ بِهِ الْهُمُومُ أَحْوَالَ الدُّنْيَا لَمْ يُبَالِ اللّٰہُ فِي أَيِّ أَوْدِيَتِهَا هَلَكَ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَالْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ مِنْ قَوْلِهِ مَنْ جَعَلَ الْهُمُومَ إِلَى آخِرِهِ

عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا ہے کہ اگر اہلعلم علم کی حفاظت کریں اور اس کے اہل ہی کو سکھائیں تو وہ اپنے زمانہ کے سردار ہو جائیں۔ اپنے علم کے سبب۔ لیکن (اہل علم نے ایسا نہیں کیا بلکہ) انہوں نے علم کو دنیا داروں پر خرچ کیا تاکہ اس کے ذریعہ سے ان کی دنیا (دولت) کو حاصل کریں۔ پس وہ دنیا داروں کی نگاہ میں ذلیل ہوئے میں نے تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس شخص نے اپنے مقاصد میں سے صرف ایک مقصد یعنی آخرت کے مقصد کو اختیار کر لیا تو اللہ اس کے دنیاوی مقصد کو (خود) پورا کر دیتا ہے اور جس شخص کے مقاصد پراگندہ اور متفرق ہیں جیسا کہ دنیا کے حالات ہیں۔ پھر اللہ کو اس کی پرواہ نہیں ہوتی۔ کہ خواہ وہ کسی جنگل (یعنی دنیا کی کسی حالت) میں ہلاک ہو (ابن ماجہ۔ بیہقی۔ بیہقی نے شعب الایمان میں اس حدیث کو ابن عمر سے بیان کیا ہے)

علم کی آفت بھولنا ہے

عَنِ الْأَعْمَشِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آفَةُ الْعِلْمِ النِّسْيَانُ وَإِضَاعَتُهُ أَنْ تُحَدِّثَ بِهِ غَيْرَ أَهْلِهِ رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ مُرْسَلًا۔

اعمشؒ کہتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ علم کی آفت بھولنا ہے اور علم کا ضائع کرنا یہ ہے کہ تو اس کو نا اہل کے سامنے بیان کرے۔ (دارمی)

لالچ علم کا دشمن ہے

عَنْ سُفْيَانَ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَالَ لِكَعْبٍ مَنْ أَرْبَابُ الْعِلْمِ قَالَ الَّذِينَ يَعْمَلُونَ بِمَا يَعْلَمُونَ قَالَ فَمَا أَخْرَجَ الْعِلْمَ مِنْ قُلُوبِ الْعُلَمَاءِ قَالَ الطَّمَعُ رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ

سفیانؒ کہتے ہیں کہ عمر بن الخطابؓ نے کعبؓ سے دریافت کیا تمہارے نزدیک اہل علم کون ہے۔ کعبؓ نے جواب دیا وہ لوگ جو اپنے علم کے موافق عمل کریں۔ پھر عمرؓ نے پوچھا عالموں کے دلوں سے کونسی چیز علم کو نکال لیتی ہے۔ کعب نے جواب دیا لالچ (دارمی)

بدترین عالم کون ہے

عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ إِنَّ مِنْ أَشَرِّ النَّاسِ عِنْدَ اللّٰہِ مَنْزِلَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَالِمٌ لَا يَنْتَفِعُ بِعِلْمِهِ رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ

ابوالدرداءؓ کہتے ہیں کہ خدا کے نزدیک قیامت کے دن مرتبہ کے اعتبار سے سب سے بدتر شخص وہ عالم ہے جس کے علم سے نفع حاصل نہ کیا جائے۔ (دارمی)

اسلام کو کون سی چیز تباہ کرتی ہے

عَنْ زِيَادِ بْنِ حُدَيْرٍ قَالَ قَالَ لِي عُمَرُ هَلْ تَعْرِفُ مَا يَهْدِمُ الْإِسْلَامَ قُلْتُ لَا قَالَ يَهْدِمُهُ زَلَّةُ الْعَالِمِ وَجِدَالُ الْمُنَافِقِ بِالْكِتَابِ وَحُكْمُ الْأَئِمَّةِ الْمُضِلِّينَ رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ

زیاد بن حدیرؒ کہتے ہیں کہ مجھ سے عمرؓ نے پوچھا تم جانتے ہو اسلام کو تباہ و برباد کرنے والی کون سی چیز ہے۔ میں نے کہا مجھ کو معلوم نہیں۔ عمرؓ نے کہا۔ اسلام کو تباہ کرتا ہے پھسلنا عالم کا۔ (یعنی اس کی غلطی یا گناہ) اور جھگڑنا منافق کا۔ کتاب اللہ کے اندر اور تباہ کرتا ہے گمراہ سرداروں کا حکم جاری کرنا۔ (دارمی)

جس بات کو تم جانتے ہو بتلا دو

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ مَنْ عَلِمَ شَيْئًا فَلْيَقُلْ بِهِ وَمَنْ لَمْ يَعْلَمْ فَلْيَقُلِ اللّٰہُ أَعْلَمُ فَإِنَّ مِنَ الْعِلْمِ أَنْ تَقُولَ لِمَا لَا تَعْلَمُ اللّٰہُ أَعْلَمُ قَالَ اللّٰہُ تَعَالَى لِنَبِيِّهِ قُلْ مَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِينَ متفق علیہ

عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے۔ کہ انہوں نے (لوگوں کو مخاطب کرکے) کہا! لوگو تم میں سے جو شخص کسی بات کو جانتا ہو وہ اس کو بیان کر دے اور جو نہ جانتا ہو

(باقی صفحہ ۱۲ پر)

ہفت روزہ خدام الدین لاہور

جلد ۲ | جمعۃ المبارک ۱۲ ربیع الاول ۱۳۷۸ھ مطابق ۲۶ ستمبر ۱۹۵۸ء | شمارہ ۲۰

عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم

ہجری سال کا تیسرا مہینہ ربیع الاول ہے یہ وُہ مبارک ہے جس میں آج سے ۱۴۳۱ سال قبل دو شنبہ (پیر) کے روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس عالم رنگ و بو میں رونق افروز ہوئے تھے۔ تاریخ ولادت کے متعلق روایات میں اختلاف ہے۔ بعض روایات میں ۸۔ ربیع الاوّل اور بعض میں ۹۔ ربیع الاوّل کو تاریخ ولادت بتلایا گیا ہے۔ لیکن عام طور پر تمام دُنیا کے مسلمان ۱۲۔ ربیع الاوّل کو آپؐ کا یوم ولادت مناتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے اللہ تعالےٰ نے خلقِ خدا کی رہنمائی کے لئے بے شمار انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرمایا۔ قرآن مجید میں اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں۔ کہ ہم نے ان میں سے بعض کے اسمائے گرامی آپ کو بتلائے ہیں اور بعض کا ذکر نہیں فرمایا۔ دُنیا کے ہر ملک میں۔ ہر قوم میں۔ ہر زمانہ میں انبیاء علیہم السلام اللہ تعالےٰ کا پیغام لے کر آئے۔ بحیثیت مسلمان ہمیں ان میں سے ہر ایک کا ادب و احترام کرنے اور ہر ایک کو سچا جاننے کا حکم دیا گیا ہے لیکن ان میں سے ہر ایک کی بعثت کا مقصد صرف اپنی قوم کو اللہ تعالےٰ کے دروازہ کی طرف بُلانا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ دوامِ بقاء۔ ختمِ نبوت اور آخری کامل انسانی سیرت ہونے کا شرف کسی کو نصیب نہیں ہُوا۔ کیونکہ ان کی مقدس زندگیوں کے ادھورے اور غیر مربوط حصے ایک کامل انسانی زندگی کی تقلید اور پیروی کا سامان نہیں بن سکتے تھے۔ اس لئے مقررہ وقت کے بعد ان کی سیرتیں دُنیا سے مفقود ہو گئیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کی مبارک زندگی تمام جن و انس کے لئے کامل مکمل نمونہ ہے۔ آپؐ نبی الثقلین ہیں۔ آپ کو تمام اقوامِ عالم کے لئے داعی الی اللہ بنا کر بھیجا گیا ہے۔ اسی لئے مہد سے لحد تک آپؐ کی مقدس زندگی کا ایک ایک لمحہ محفوظ ہے۔ آپؐ نے متعدد نکاح کئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو اولاد بھی عطا فرمائی۔ آپؐ نے ان کی شادیاں بھی فرمائیں۔ ان میں سے بعض کا آپ کی آنکھوں کے سامنے انتقال بھی ہوا۔ آپؐ نے اپنی ۶۳ سالہ حیات طیبہ میں معلّم۔ مزکّی۔ امامِ مسجد۔ جج۔ جرنیلِ فوج۔ فاتح۔ بادشاہ وغیرہ کے فرائض سرانجام فرما کر زندگی کے ہر شعبہ میں رہنمائی کا سامان مہیّا فرما دیا۔ آپؐ کی ذاتِ گرامی تمام مخلوقِ خدا کے لئے عموماً اور مسلمانوں کے لئے خصوصاً اللہ تعالےٰ کا ایک بہت بڑا انعام ہے۔ اللہ تعالےٰ نے آپؐ کو

> رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبّت کا دعویٰ
> اور پھر — مستقل نافرمانی
> یہ محبّت نہیں.... انکار ہے!

رحمۃ للعالمین کا لقب عطا فرمایا ہے۔ وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ۔

اللہ تعالےٰ نے آپؐ کے اتّباع کو یعنی آپؐ کی زندگی کی نقل و عکس کو اپنی محبت کا معیار قرار دیا ہے۔ ایک لمحہ کے لئے نشۂ دینی سے سرمست ہو کر اپنی جان دینا آسان ہے۔ مگر پوری عمر ہر چیز میں۔ ہر حالت میں۔ ہر کیفیّت میں آپ کی اتّباع کے پل صراط کو اس طرح طے کرنا کہ کسی بات میں سُنّتِ محمدیؐ سے قدم اِدھر اُدھر نہ ہو۔ سب سے مشکل امتحان ہے۔ جتنا کوئی آپؐ کے نقشِ قدم پر چلے گا اتنا ہی اس کو اللہ تعالےٰ کا قرب حاصل ہو گا۔ اس اتباع کے امتحان میں تمام صحابہ کرامؓ پورے اُترے۔ اسی لئے اللہ تعالےٰ نے ان کو بھی معیاری درجہ عطا فرما دیا۔ گویا کہ اتباعِ رسولؐ کا بہترین عملی نمونہ صحابہ کرامؓ ہیں۔ حضورؐ نے بھی ایک ارشاد میں صحابہ کرامؓ کو اپنے ساتھ حق پرستی کا معیار قرار دیا ہے ما انا علیہ واصحابی (یعنی جس راستہ پر میں اور میرے صحابہ کرامؓ ہیں وہی سیدھا راستہ ہے۔)

اگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مقدس زندگیوں کے اوراق کی ورق گردانی کی جائے تو یہ چیز روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے۔ کہ عید میلاد النّبی صلی اللہ علیہ وسلّم کے نام سے ان کے ہاں کوئی تقریب نہیں منائی جاتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ تاریخ ولادت میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ اگر کوئی تقریب منائی جاتی تو یہ اختلاف نہ ہوتا۔ اگر بفرضِ محال ہم نے ما انا علیہ واصحابی کی خلاف ورزی کر کے ۱۲۔ ربیع الاوّل کو جلسے کرنے اور جلوس نکالنے ہی ہیں تو ان میں یہ اہتمام کرنا ضروری ہے کہ کتاب و سنّت کے خلاف کوئی حرکت نہ ہونے پائے۔ تجربہ شاہد ہے۔ کہ ہم زندگی کے ہر شعبہ میں کتاب و سُنّت کی مخالفت کرتے ہیں۔ میلاد النّبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موقعہ پر اگر جلسوں میں صحیح روایات بیان کی جائیں۔ اور مسلمانوں کو آپؐ کے اتباع کے دُنیوی اور اُخروی فوائد سے روشناس کیا جائے تو اس قسم کے جلسے خیر و برکت کا ذریعہ بن سکتے ہیں۔ اسی طرح اگر جلوس میں اس امر کا اہتمام کیا جائے کہ اوقاتِ نماز کے وقت جلوس کو روک کر نماز ادا کر لی جائے تو جلوس نکالنے میں کوئی حرج نہیں۔ اگر یہ نہیں ہو سکتا تو جلسے اور جلوس سے کنارہ کشی بہتر ہے۔

مجلسِ ذِکر

حضرت شیخ التفسیر گزشتہ جمعرات لاہور میں تشریف فرما نہیں تھے۔ اِس لئے ہم اس عنوان کے ماتحت اس ہفتہ آپ کے ارشادات ہدیۂ قارئینِ کرام کرنے سے معذور ہیں۔ انشاء اللہ تعالےٰ آئندہ شمارہ میں یہ عنوان دوبارہ زینتِ اوراق ہو گا۔

سرخ نشان

کا

مطلب یہ ہے کہ آپکی میعادِ خریداری ختم ہو چکی ہے

مبارک ہو حبیبِ کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد آمد ہے

: از قلم عبدالرحیم جاوید الہ آبادی :

مبارک ہو امام الانبیا کی آمد آمد ہے
مبارک ہو محمد صلی اللہ علیہ وسلم مصطفےٰ کی آمد آمد ہے

مبارک ہو شہِ خیرالوریٰ کی آمد آمد ہے
مبارک ہو حبیبِ صلی اللہ علیہ وسلم کبریا کی آمد آمد ہے

جہاں سے دور کردیں جسکے جلوے ظلمتِ باطل
اسی شمس الضحیٰ بدر الدجےٰ کی آمد آمد ہے

یتیم و بیکس و مظلوم کی جائے پناہ بن کر
سراپا پیکرِ جود و سخا کی آمد آمد ہے

شفیع المذنبیں اور رحمۃ للعالمیں بنکر
خدا کی رحمتِ بے انتہا کی آمد آمد ہے

دلِ انساں سے چھٹ جائیگی اب تاریکیٔ باطل
کہ ماہِ پُر ضیا نورِ ہُدےٰ کی آمد آمد ہے

ستارے جسکے بوبکرؓ و عمرؓ عثمانؓ و حیدرؓ ہوں
جہاں میں اس مہِ صدق و صفا کی آمد آمد ہے

نگہ سے جس کی ذرّے ہمسرِ خورشید بن جائیں
ریاضِ دہر میں اس مہ لقا کی آمد آمد ہے

سفینہ دینِ حق کا پار جو کردے تلاطم سے
بحمد اللہ کہ اب اس ناخدا کی آمد آمد ہے

ترانے گائیں حوریں اور قدسی وجد میں آئیں
رسولِ خالقِ ارض و سما کی آمد آمد ہے

ہوں جسکے مقتدی جاوید سب جن و بشر قدسی
خوشا قسمت کہ آج اس رہنما کی آمد آمد ہے

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

خطبہ یوم الجمعہ ۴ ربیع الاول ۱۳۷۸ھ مطابق ۱۹ ستمبر ۱۹۵۸ء

(از جناب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب جامع مسجد شیرانوالہ دروازہ لاہور)

پہلا حصہ۔ انسان کو صحیح معنی میں انسان فقط خوفِ خدا بناتا ہے

دوسرا حصہ۔ خوفِ خدا نہ ہو۔ تو پھر ساری دنیا میں انسان جیسا برا آپ کو کوئی درندہ بھی نظر نہیں آئے گا

پہلے حصّے کے متعدد ثبوت

پہلا

(وَكَذٰلِكَ اَخۡذُ رَبِّكَ اِذَاۤ اَخَذَ الۡقُرٰى وَهِىَ ظَالِمَةٌ ؕ اِنَّ اَخۡذَهٗۤ اَلِيۡمٌ شَدِيۡدٌ ۝ اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّمَنۡ خَافَ عَذَابَ الۡاٰخِرَةِ ؕ ذٰلِكَ يَوۡمٌ مَّجۡمُوۡعٌ ۙ لَّهُ النَّاسُ وَذٰلِكَ يَوۡمٌ مَّشۡهُوۡدٌ ۝

سورہ ہود رکوع ۹ پارہ ۱۲

ترجمہ۔ اور تیرے رب کی پکڑ ایسی ہی ہوتی ہے۔ جب وہ ظالم بستیوں کو پکڑتا ہے۔ اور اس کی پکڑ سخت تکلیف دہ ہے۔ اس بات میں نشانی ہے۔ اس کے لئے جو آخرت کے عذاب سے ڈرتا ہے۔ یہ ایک ایسا دن ہوگا۔ کہ جس میں سب لوگ جمع ہوں گے۔ اور یہی دن ہے جس میں سب حاضر کئے جائیں گے۔

حاصل

یہ نکلا کہ ظالموں پر اللہ تعالیٰ کی گرفت بڑی سخت ہوتی ہے۔ اور اس قسم کے واقعات میں ان لوگوں کے لئے ایک عبرت ہوتی ہے۔ جو آخرت کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔

نتیجہ

یہ نکلا کہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرنے والے انسان اس قسم کے عذابوں سے عبرت حاصل کرتے ہیں۔ (اور پھر اس عبرت کے باعث اچھی اصلاح کر لیتے ہیں۔) اللہم اجعلنا منہم

دُوسرا

(وَقَالَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا لِرُسُلِهِمۡ لَنُخۡرِجَنَّكُمۡ مِّنۡ اَرۡضِنَاۤ اَوۡ لَتَعُوۡدُنَّ فِىۡ مِلَّتِنَا ؕ فَاَوۡحٰۤى اِلَيۡهِمۡ رَبُّهُمۡ لَنُهۡلِكَنَّ الظّٰلِمِيۡنَ ۝ وَلَنُسۡكِنَنَّكُمُ الۡاَرۡضَ مِنۡۢ بَعۡدِهِمۡ ؕ ذٰلِكَ لِمَنۡ خَافَ مَقَامِىۡ وَخَافَ وَعِيۡدِ ۝ سورہ ابراہیم رکوع ۳ پارہ ۱۳

ترجمہ۔ اور کافروں نے اپنے رسولوں سے کہا۔ ہم تمہیں اپنے ملک سے نکال دینگے۔ یا ہمارے دین میں لوٹ آؤ۔ تب انہیں ان کے رب نے حکم بھیجا۔ کہ ہم ان ظالموں کو ضرور ہلاک کر دینگے۔ اور ان کے بعد اس زمین میں تمہیں آباد کر دینگے یہ اس کے لئے ہے جو میرے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا۔ جس نے میرے عذاب سے خوف کھایا۔

حاصل

یہ ہے، چونکہ کافروں کے دلوں میں خوفِ خدا نہیں ہے۔ اس لئے وہ دوست دشمن میں تمیز نہیں کر سکتے۔ وہ انبیاء علیہم السلام جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق انہیں دنیا کی زندگی میں چلانا چاہتے ہیں۔ اس کو وہ لوگ اپنے ملک سے دیس بدر کرنے کی دھمکیاں دے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو اطمینان دلایا۔ کہ ہم ظالموں کو تباہ و برباد کرکے آپ کو اس سرزمین پر قبضہ دلائیں گے۔ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرنے والوں کی اسی طرح امداد کیا کرتے تھے۔ (چنانچہ اللہ جل شانہٗ کے اس اعلان کی شہادت ان سے گزشتہ قوموں کی تاریخ سے مل سکتی ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

تیسرا

(وَاَمَّا مَنۡ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفۡسَ عَنِ الۡهَوٰى ۝ فَاِنَّ الۡجَـنَّةَ هِىَ الۡمَاۡوٰى ۝

سورہ نزعت پارہ ۳۰

ترجمہ۔ اور لیکن جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرتا ہے۔ اور اس نے اپنے نفس کو بری خواہش سے روکا۔ سو بیشک اس کا ٹھکانا بہشت ہی ہے۔

حاصل

یہ ہے۔ کہ جس شخص کے دل میں قیامت کے دن اپنے رب کے روبرو کھڑا ہوکر دنیا کی زندگی کی سرگزشت کا حساب دینے کا ڈر پیدا ہوگیا۔ اور اس عقیدے کی بناء پر اس نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے خلاف دنیا میں کوئی کام نہیں کیا۔ تو اس کا ٹھکانا بہشت ہوگا۔ اللہم اجعلنا منہم

چوتھا

(فَذَكِّرۡ بِالۡقُرۡاٰنِ مَنۡ يَّخَافُ وَعِيۡدِ ۝)

سورہ ق رکوع ۳ پارہ ۲۶

ترجمہ۔ پھر آپ قرآن سے اس کو نصیحت کیجئے۔ جو میرے عذاب سے ڈرتا ہو۔

حاصل

یہ نکلا کہ قرآن مجید کی برکت سے ایسا شخص کی اصلاح ہو سکتی ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتا ہو۔ اور خدانخواستہ جس کے دل میں اللہ تعالیٰ کا ڈر نہیں ہے اس کے حق میں اس بابرکت قرآن مجید کا دنیا میں ہونا نہ ہونے کے برابر ہے۔ اور اس کے احکام کی مخالفت کا ذائقہ اوّل تو دنیا ہی میں چکھ لے گا۔ ورنہ قبر میں جاکر تو عین الیقین کے درجے پر اس کی مخالفت کے نتائج اس کے سامنے آ ہی جائیں گے۔ اور وہ یہ کہ اس کی قبر دوزخ کا گڑھا بنیگی۔ پھر یقین ہو جائے گا۔ کہ اگر میں خدا تعالیٰ سے ڈرتا اور قرآن مجید کو زندگی کا دستور العمل بنا لیتا۔ تو آج یہ روز بد مجھے دیکھنا نصیب

نہ ہوتا - و ما علینا الا البلاغ -

پانچواں

(وَاتْلُ عَلَیْہِمْ نَبَاَ ابْنَیْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِہِمَا وَلَمْ یُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ قَالَ لَاَقْتُلَنَّکَ قَالَ اِنَّمَا یَتَقَبَّلُ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ ۝ لَئِنْ بَسَطْتَّ اِلَیَّ یَدَکَ لِتَقْتُلَنِیْ مَا اَنَا بِبَاسِطٍ یَّدِیَ اِلَیْکَ لِاَقْتُلَکَ اِنِّیْ اَخَافُ اللّٰہَ رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ اِنِّیْ اُرِیْدُ اَنْ تَبُوْٓاَ بِاِثْمِیْ وَاِثْمِکَ فَتَکُوْنَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ وَذٰلِکَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِیْنَ ۝)

سورہ المائدہ رکوع ۵ پارہ ۶

ترجمہ - تو اہل کتاب کو آدمؑ کے دو بیٹوں کا قصہ صحیح طور پر پڑھ کر سنا دے - جب ان دونوں نے قربانی کی - ان میں سے ایک کی قربانی قبول ہو گئی اور دوسرے کی نہ ہوئی - اس نے کہا - میں تجھے مار ڈالونگا - اس نے جواب دیا - اللہ پرہیزگاروں ہی سے قبول کرتا ہے - اگر تو مجھے قتل کرنے کے لئے ہاتھ اٹھائے گا تو میں تجھے قتل کرنے کے لئے ہاتھ نہ اٹھاؤں گا - میں اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں - میں چاہتا ہوں کہ میرا اور اپنا گناہ تو ہی سمیٹ لے - اور دوزخی بن جائے - ظالموں کی یہی سزا ہے -

حاصل

یہ نکلا - کہ جس شخص کے دل میں خوف خدا نہیں تھا - اس کو اپنے حقیقی بھائی کو قتل کرنے سے کوئی گناہ محسوس نہیں ہوا - اسی بناء پر اس نے بھائی کو قتل کیا - اور خود دوزخ میں جا پہنچا -

کیونکہ اللہ تعالےٰ کا اعلان ہے

(وَمَنْ یَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُہٗ جَہَنَّمُ خٰلِدًا فِیْہَا وَغَضِبَ اللّٰہُ عَلَیْہِ وَلَعَنَہٗ وَاَعَدَّ لَہٗ عَذَابًا عَظِیْمًا ۝)

سورہ النساء رکوع ۱۳ پارہ ۵

ترجمہ - اور جو کوئی کسی مسلمان کو جان کر قتل کرے - اس کی سزا دوزخ ہے - جس میں وہ ہمیشہ رہے گا - اس پر اللہ کا غضب اور اس کی لعنت ہے - اور اللہ نے اس کے لئے بڑا عذاب تیار کیا ہے -

حاصل

یہ ہے - کہ اللہ تعالےٰ کا خوف دل میں نہ ہو - تو انسان ایسی حرکتیں بھی کر گزرتا ہے - جن سے پانچ سزاؤں کا مستحق ہو جائے - چنانچہ گزشتہ آیت میں غور کیجئے کہ مومن کے قاتل کو پانچ سزائیں دی گئی ہیں - دوزخ - اس میں ہمیشہ رہنا - اس پر اللہ تعالےٰ کا غضب - اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت - اور اس کو بڑے عذاب کی اطلاع -

کیا

ایسا شخص صحیح معنی میں انسان کہلانے کا مستحق ہو سکتا ہے - جو ان پانچ سزاؤں کے معلوم ہونے کے باوجود پھر بھی ایسا کام کرے -

اور کیا اپنے آپ کو

مسلمان کہلانے والے یہ گناہ نہیں کرتے ؟ اور اگر کرتے ہیں - تو کیا پھر بھی ان کو مسلمان کہلانے بلکہ انسان کہلانے کا حق ہے - ہرگز نہیں - مسلمان تو بڑی چیز ہے انسان وہ ہے جو ہر کام سوچ کر کرے - کہ میرے اس کام کا انجام کیا ہوگا - اگر برا ہے تو اپنے آپ کو اس سے بچائے -

چھٹا

(قُلْ اَغَیْرَ اللّٰہِ اَتَّخِذُ وَلِیًّا فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَہُوَ یُطْعِمُ وَلَا یُطْعَمُ قُلْ اِنِّیْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَکُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ وَلَا تَکُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ ۝ قُلْ اِنِّیْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَیْتُ رَبِّیْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ۝) سورہ الانعام رکوع ۲ پارہ ۷

ترجمہ - کہدو - جو اللہ آسمانوں اور زمین کا بنانے والا ہے - کیا اس کے سوا کسی اور کو اپنا مددگار بناؤں - اور وہ سب کو کھلاتا ہے - اور اسے کوئی نہیں کھلاتا - کہدو - مجھے تو حکم دیا گیا ہے - کہ سب سے پہلے اس کا فرمانبردار ہو جاؤں - اور تو ہرگز مشرکوں میں شامل نہ ہو - کہدو - اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں - تو ایک بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں -

حاصل

یہ نکلا کہ (بفرض محال) اگر میں اللہ تعالےٰ کی نافرمانی کروں تو مجھے بھی بڑے دن (یعنی قیامت) کے عذاب میں مبتلا ہونے کا خطرہ ہے - اس سے یہ ثابت ہوا کہ انسان کو قیامت کے دن عذاب سے بچانے والی چیز ایک اللہ تعالےٰ کا خوف ہی ہے - اور یہ متعدد ثبوت پے در پے اسی مفہوم کو واضح کرنے اور انسانوں کے ذہن نشین کرنے کے لئے پیش کر رہا ہوں - واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم ۝

ساتواں

(وَاَنْذِرْ بِہِ الَّذِیْنَ یَخَافُوْنَ اَنْ یُّحْشَرُوْٓا اِلٰی رَبِّہِمْ لَیْسَ لَہُمْ مِّنْ دُوْنِہٖ وَلِیٌّ وَّلَا شَفِیْعٌ لَّعَلَّہُمْ یَتَّقُوْنَ ۝)

سورہ الانعام رکوع ۶ پارہ ۷

ترجمہ - اور اس قرآن کے ذریعے سے ان لوگوں کو ڈرا - جنہیں اس کا ڈر ہے - کہ وہ اپنے رب کے سامنے جمع کئے جائیں گے - اس طرح کہ اللہ کے سوا ان کا کوئی مددگار اور سفارش کرنے والا نہ ہوگا -

حاصل

یہ نکلا کہ قرآن مجید کی تعلیم سے وہ لوگ فائدہ اٹھا سکتے ہیں - جن کے دل میں یہ یقین ہے کہ انہیں قیامت کے دن دربار الٰہی میں پیش ہونا ہے - اور وہاں اللہ تعالےٰ کے سوا کوئی دوست کام نہیں آئے گا - اور نہ ہی اللہ تعالےٰ کی اجازت کے سوا کوئی سفارش کے لئے لب کشائی کر سکے گا - اللہم اجعلنا منہم

آٹھواں

(اَلَّذِیْنَ یُوْفُوْنَ بِعَہْدِ اللّٰہِ وَلَا یَنْقُضُوْنَ الْمِیْثَاقَ ۝ وَالَّذِیْنَ یَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰہُ بِہٖٓ اَنْ یُّوْصَلَ وَیَخْشَوْنَ رَبَّہُمْ وَیَخَافُوْنَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ ۝ وَالَّذِیْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْہِ رَبِّہِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰہُمْ سِرًّا وَّعَلَانِیَۃً وَّیَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَۃِ السَّیِّئَۃَ اُولٰٓئِکَ لَہُمْ عُقْبَی الدَّارِ ۝)

سورہ رعد رکوع ۳ پارہ ۱۳

ترجمہ - وہ لوگ جو اللہ کے عہد کو پورا کرتے ہیں - اور اس عہد کو نہیں توڑتے - اور وہ لوگ جو ملاتے ہیں - جس کے ملانے کو اللہ نے فرمایا ہے - اور اپنے رب سے ڈرتے ہیں - اور برے حساب کا خوف رکھتے ہیں - اور وہ جنہوں نے اپنے رب کی رضامندی کے لئے صبر کیا اور نماز قائم کی اور ہمارے دئے ہوئے میں سے پوشیدہ اور ظاہر خرچ کیا - اور برائی کے مقابلہ میں بھلائی کرتے ہیں - انہیں کے لئے آخرت کا گھر ہے -

حاشیہ شیخ الاسلام - حضرت مولانا

شبیر احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان آیات پر حواشی تحریر فرماتے ہیں۔ "یعنی اللہ سے جو عہد ازل سے ہو چکا ہے (عہد الست) جس پر انسان کی فطرت خود گواہ ہے۔ اور جو انبیاء کی زبانی عہد لئے گئے۔ ان سب کو پورا کرتے ہیں۔ کسی کو توڑتے نہیں۔ نیز بذاتِ خود کسی معاملہ میں خدا سے یا بندوں سے جو عہد و پیمان باندھتے ہیں (بشرطیکہ معصیت نہ ہو۔) اس کی خلاف ورزی نہیں کرتے۔ صلہ رحمی (بھی) کرتے ہیں۔ یا ایمان کو عمل کے ساتھ یا حقوق العباد کو حقوق اللہ کے ساتھ ملاتے ہیں۔ یا اسلامی اخوت کو قائم رکھتے ہیں۔ یا انبیاء علیہم السلام میں تفریق نہیں کرتے۔ کہ کسی کو مانیں اور کسی کو نہ مانیں۔ (اور) حق تعالےٰ کا تصوّر کرکے لرزاں اور ترساں رہتے ہیں۔ اور یہ اندیشہ لگا رہتا ہے۔ کہ دیکھئے وہاں جب ذرّہ ذرّہ کا حساب ہوگا۔ کیا صورت پیش آئیگی (اور ان لوگوں نے) مصائب اور شدائد اور دُنیا کی مکروہات پر صبر کیا۔ کسی سختی سے گھبرا کر طاعت کے راستہ سے قدم نہیں ہٹایا۔ نہ معصیت کی طرف جُھکے۔ اور یہ صبر و استقلال محض حق تعالیٰ کی رضا و خوشنودی حاصل کرنے کے لئے دکھلایا۔ اس لئے نہیں۔ کہ دُنیا انہیں بہت صابر اور مستقل مزاج کہے۔ نہ اس لئے کہ بجز صبر کے چارۂ کار نہ تھا۔ مجبور ہو گئے۔ تو صبر کر کے بیٹھ گئے۔ (اور) پوشیدہ کو شاید اس لئے مقدم رکھا۔ کہ پوشیدہ خیرات کرنا افضل ہے۔ اِلّا یہ کہ کہیں مصلحت شرعی علانیہ دینے میں ہو (اور) بُرائی کا جواب بھلائی سے دیتے ہیں۔ سختی کے مقابلہ میں نرمی برتتے ہیں۔ کوئی ظلم کرتا ہے۔ (تو) یہ معاف کر دیتے ہیں۔ (بشرطیکہ معافی سے بُرائی کے ترقی کرنے کا اندیشہ نہ ہو) بدی سے بچ کر نیکی اختیار کرتے ہیں۔ اگر کوئی بُرا کام ہو جاتا ہے تو اس کے مقابلہ میں بھلا کام (یعنی توبہ اور اس گناہ کی تلافی) کرتے ہیں۔"

نواں

(قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ ○ قَالُوْٓا اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ ○ لِنُرْسِلَ عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ طِيْنٍ ○ مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُسْرِفِيْنَ ○ فَاَخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِيْهَا مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ○ فَمَا وَجَدْنَا فِيْهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ ○ وَتَرَكْنَا فِيْهَآ اٰيَةً لِّلَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ○)

سورہ الذٰریٰت رکوع ۲ پارہ ۲۷

ترجمہ۔ (ابراہیم علیہ السلام نے فرشتوں سے) فرمایا۔ اے رسولو تمہارا کیا مطلب ہے۔ انہوں نے کہا۔ ہم ایک مجرم قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں۔ تاکہ ہم ان پر مٹی کے پتھر برسائیں۔ وہ آپ کے رب کی طرف سے حد سے بڑھنے والوں کے لئے مقرر ہو چکے ہیں۔ پھر ہم نے نکال لیا۔ جو بھی وہاں ایماندار تھا۔ پھر ہم نے وہاں سوائے مسلمانوں کے ایک گھر کے نہ پایا۔ اور ہم نے اس واقعہ میں ایسے لوگوں کے لئے ایک عبرت رہنے دی۔ جو درد ناک عذاب سے ڈرتے ہیں + یعنی اللہ تعالےٰ کے عذاب سے ڈرنے والوں کے لئے اس واقعہ میں نصیحت ہے۔ کہ وہ اس واقعہ سے عبرت حاصل کریں گے۔ اور ان ہلاک ہونے والوں کی طرح کبھی پیغمبر خدا کی نافرمانی نہیں کرینگے۔ اور اللہ تعالےٰ کے باغی نہیں ہوں گے۔

دسواں

(اِنَّ الْاَبْرَارَ يَشْرَبُوْنَ مِنْ كَاْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوْرًا ○ عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ يُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِيْرًا ○ يُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُوْنَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِيْرًا ○ وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا ○ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا ○ اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِيْرًا ○ فَوَقٰىهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَلَقّٰىهُمْ نَضْرَةً وَّسُرُوْرًا ○)

سورہ الدھر رکوع ۱ پارہ ۲۹

ترجمہ۔ بیشک نیک ایسی شراب کے پیالے پیئنگے جس میں چشمہ کافور کی آمیزش ہوگی۔ وہ ایک چشمہ ہوگا۔ جس میں سے اللہ تعالیٰ کے بندے پئیں گے۔ اس کو آسانی سے بہا کر لے جائیں گے۔ وہ اپنی منّتیں پوری کرتے ہیں۔ اور اس دن سے ڈرتے رہتے ہیں۔ جس کی مصیبت ہر جگہ پھیلی ہوئی ہوگی۔ اور وہ اس کی محبت پر مسکین اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں۔ ہم جو تمہیں کھلاتے ہیں تو خاص اللہ کے لئے۔ نہ ہمیں تم سے بدلہ لینا مقصود ہے اور نہ شکر گزاری۔ ہم تو اپنے رب سے ایک اداس (اور) ہولناک دن سے ڈرتے ہیں۔ پس اللہ اُس دن کی مصیبت سے انہیں بچائے گا۔ اور ان کے سامنے تازگی اور خوشی لائے گا۔

حاصل

کہ قیامت کے دن جو حساب و کتاب اللہ تعالےٰ انسانوں سے لیگا۔ اس میں ناکام ہونے کے خطرہ سے ڈر کر اللہ تعالےٰ سے رضا کا تمغہ حاصل کرنے کے لئے مسکینوں اور یتیموں اور قیدیوں کی خدمت کرتے ہیں۔ اور اعلان کرتے ہیں۔ کہ ہم تُم لوگوں سے کوئی معاوضہ نہیں لینا چاہتے۔ ہم تو چاہتے ہیں کہ تمہارے ساتھ حُسنِ سلوک کرنے کے باعث قیامت کے دن کے شر سے ہمیں بچا لے۔ اور اس دن اللہ تعالےٰ ہم سے راضی ہو کر ہمیں بہشت میں داخلے کا ٹکٹ اپنے فضل سے عطا فرما دے۔

برادرانِ اسلام

دیکھ لیجئے۔ اللہ تعالےٰ کا خوف جس انسان کے دل میں ہو۔ وہ حاجتمند اور مصیبت زدہ انسانوں کی ٹھنڈے دل سے معاوضہ لینے کی طمع دل سے نکال کر کس طرح خدمت کرتا ہے۔

گیارھواں

(اِنَّمَا يُؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِهَا خَرُّوْا سُجَّدًا وَّسَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ○ تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ○) سورہ السجدہ رکوع ۲ پارہ ۲۱

ترجمہ۔ پس ہماری آیتوں پر تو وہ ایمان لاتے ہیں کہ جب انہیں وہ آیتیں یاد دلائی جاتی ہیں تو وہ سجدہ میں گر پڑتے ہیں۔ اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح بیان کرتے ہیں۔ اور وہ تکبر نہیں کرتے۔ اپنے رب کو خوف اور امید سے پکارتے ہیں۔ اور ہمارے دیئے ہوئے میں سے کچھ خرچ بھی کرتے ہیں۔

گیارہ ثبوتوں کا حاصل

برادران اسلام۔ آج کے خطبۂ جمعہ کا پہلا حصّہ یہ تھا۔ کہ "انسان کو صحیح معنی میں انسان فقط خوفِ خدا بناتا ہے"۔ اس عاجز اور گنہگار نے اللہ تعالےٰ کے فضل سے قرآن مجید میں سے گیارہ ثبوت اپنے دعوےٰ کی تائید میں پیش کئے ہیں۔ اگر آپ ان گیارہ ثبوتوں کو غور سے پڑھیں گے تو انشاء اللہ تعالےٰ یقیناً ان

میں میرے دعوے کی تصدیق پائیں گے۔ کہ واقعی انسان کے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف پیدا ہو جاتا ہے۔ تو پھر اور تو اور کسی مسکین کو محتاج، کسی کمزور کو بھی نہ ستاتا ہے نہ دُکھ دیتا ہے۔ بلکہ مسکینوں اور محتاجوں کا محض اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے خدمتگذار بن جاتا ہے۔

اگر ساری دُنیا

کے انسانوں میں خوفِ خدا کے باعث یہ رنگ پیدا ہو جائے۔ تو پھر بقول شخصے یہ دُنیا بھی بہشت کا ایک نمونہ بن جائیگی ؎

بہشت آنجا کہ آزارے نباشد
کسے را با کسے کارے نباشد

اور یہ خوفِ خدا

فقط قرآن مجید کی تعلیم اور اس کے بعد قرآن مجید پر عمل کرنے والے بزرگانِ دین کی صحبت میں مدت مدید تک رہنے کی برکت سے پیدا ہوتا ہے۔

خطبے کا دوسرا حصہ

خوفِ خدا نہ ہو تو پھر ساری دُنیا میں انسان جیسا بُرا آپ کو کوئی درندہ بھی نظر نہیں آئے گا۔ اب دیکھئے

اللہ تعالیٰ نے انسان کو کس چیز سے اور کتنے مرحلے طے کر کے بنایا

(یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اِنْ کُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَاِنَّا خَلَقْنٰکُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَّغَیْرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنُبَیِّنَ لَکُمْ وَنُقِرُّ فِی الْاَرْحَامِ مَا نَشَآءُ اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی ثُمَّ نُخْرِجُکُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْٓا اَشُدَّکُمْ وَمِنْکُمْ مَّنْ یُّتَوَفّٰی وَمِنْکُمْ مَّنْ یُّرَدُّ اِلٰٓی اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِکَیْلَا یَعْلَمَ مِنْۢ بَعْدِ عِلْمٍ شَیْئًا) الآیہ

سورہ الحج رکوع ۱ پارہ ۱۷

ترجمہ اے لوگو۔ اگر تمہیں دوبارہ پیدا ہونے میں شک ہے۔ تو ہم نے تمہیں مٹی سے پھر قطرہ سے پھر جمے ہوئے خون سے پھر گوشت کی بوٹی نقشہ بنی ہوئی اور بغیر نقشہ بنی ہوئی سے بنایا۔ تاکہ ہم تمہارے سامنے ظاہر کر دیں۔ اور ہم رحم میں جس کو چاہتے ہیں۔ ایک مدت معین تک ٹھہراتے ہیں۔ پھر ہم تمہیں بچہ بنا کر باہر لاتے ہیں۔ پھر تاکہ تم اپنی جوانی کو پہنچو۔ اور کچھ تم میں سے مر جاتے ہیں اور کچھ تم میں سے نکمّی عمر تک پہنچائے جاتے ہیں۔ کہ سمجھ بوجھ کا درجہ پا کر پھر ناسمجھی کی حالت میں جا پڑتا ہے۔

اگر انسان ایسے خالق سے حکم عدولی کرے تو یہ درندوں سے بھی بدتر ہے

لاہور کے چڑیا گھر میں کبھی یہ تماشا جا کر دیکھو کہ حکومت کا وہ ملازم جو شیر کو خوراک دینے پر متعین ہے۔ اگر وہ خادم کٹہرے سے باہر آکر کھڑا ہو جائے اور شیر اپنے کمرے میں آرام سے لیٹا ہُوا ہو۔ جب وہ خادم اُسے بُلائے فوراً اُٹھ کر کٹہرے کے ساتھ آکر کھڑا ہو جاتا ہے۔ پھر وہ خادم شیر کی گردن پر اور پیٹھ پر ہاتھ پھیرتا ہے۔ شیر اس طرح آرام سے کھڑا رہتا ہے۔ جس طرح کہ بکری ہو۔ گویا کہ وہ اپنے محسن کا شکریہ ادا کر رہا ہے۔

حاصل

یہ ہے کہ درندوں میں بھی اپنے محسن کے احسان کا احساس ہے۔ اور درندے بھی اپنے محسن کا حکم مانتے ہیں۔ اب

دو باغی انسانوں کے نمونے ملاحظہ ہوں

(۱)

(اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْ حَآجَّ اِبْرٰھٖمَ فِیْ رَبِّهٖٓ اَنْ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْکَ اِذْ قَالَ اِبْرٰھٖمُ رَبِّیَ الَّذِیْ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ قَالَ اَنَا اُحْیٖ وَاُمِیْتُ قَالَ اِبْرٰھٖمُ فَاِنَّ اللّٰهَ یَاْتِیْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِیْ کَفَرَ وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ۝)

سورہ البقرہ رکوع ۳۵ پارہ ۳

ترجمہ۔ کیا تو نے اس شخص کو نہیں دیکھا۔ جس نے ابراہیمؑ سے اس کے رب کی بابت جھگڑا کیا۔ اس لئے کہ اللہ نے اس کو سلطنت دی تھی۔ جب ابراہیمؑ نے کہا کہ میرا رب وہ ہے۔ جو زندہ کرتا اور مارتا ہے۔ اس نے کہا۔ میں بھی زندہ کرتا اور مارتا ہوں۔ کہا۔ ابراہیم نے بیشک اللہ سُورج مشرق سے لاتا ہے۔ تو اسے مغرب سے لے آ۔ تب وہ کافر حیران رہ گیا۔ اور اللہ بے انصافوں کو سیدھی راہ نہیں دکھاتا۔

یہ وُہی نمرود ہے

جسے اللہ تعالیٰ نے وہ تمام درجے ماں کے پیٹ میں طے کرا کر انسانی شکل دے کر باہر لایا تھا۔ اور پھر اُسے بادشاہی کے تخت پر بٹھایا تھا۔ یہ اس خدا تعالیٰ سے انکار کر کے اپنی خدائی کا دعویدار بن رہا ہے۔

شیخ الاسلام کا حاشیہ

ملاحظہ ہو" (اس آیت میں) نمرود بادشاہ کا ذکر ہے۔ وہ اپنے آپ کو سلطنت کے غرور سے سجدہ کراتا تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اس کے سامنے آئے تو سجدہ نہ کیا۔ نمرود نے دریافت کیا۔ تو فرمایا کہ مَیں اپنے رب کے سوا کسی کو سجدہ نہیں کرتا۔ اُس نے کہا۔ رب تو مَیں ہوں۔ اُنہوں نے جواب دیا۔ کہ مَیں حاکم کو رب نہیں کہتا۔ رب وہ ہے جو جلاتا ہے۔ اور مارتا ہے۔ نمرود نے دو قیدی منگا کر بے قصور کو مار ڈالا اور قصور وار کو چھوڑ دیا۔ اور کہا کہ دیکھا۔ مَیں جس کو چاہوں مارتا ہوں۔ جسے چاہوں نہیں مارتا۔ اس پر حضرت ابراہیمؑ نے آفتاب کی دلیل پیش فرما کر اس مغرور احمق کو لاجواب کیا۔ اور اس کو ہدایت نہ ہوئی تھی یعنی لاجواب ہو کر بھی ارشاد ابراہیم علیہ السلام پر ایمان نہ لایا۔

(۲)

(فَلَمَّا جَآءَهُمْ مُّوْسٰی بِاٰیٰتِنَا بَیِّنٰتٍ قَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّفْتَرًی وَّمَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِیْٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِیْنَ ۝ وَقَالَ مُوْسٰی رَبِّیْٓ اَعْلَمُ بِمَنْ جَآءَ بِالْهُدٰی مِنْ عِنْدِهٖ وَمَنْ تَکُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ اِنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ وَقَالَ فِرْعَوْنُ یٰٓاَیُّهَا الْمَلَاُ مَا عَلِمْتُ لَکُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرِیْ فَاَوْقِدْ لِیْ یٰهَامٰنُ عَلَی الطِّیْنِ فَاجْعَلْ لِّیْ صَرْحًا لَّعَلِّیْٓ اَطَّلِعُ اِلٰٓی اِلٰهِ مُوْسٰی وَاِنِّیْ لَاَظُنُّهٗ مِنَ الْکٰذِبِیْنَ ۝)

سورہ القصص رکوع ۴ پارہ ۲۰

ترجمہ۔ پھر جب موسیٰ ان کے پاس ہماری کھلی نشانیاں لے کر آئے تو کہنے لگے۔ کہ یہ تو محض ایک بنایا ہُوا جادو ہے۔ اور موسیٰؑ نے کہا۔ کہ میرا رب خوب جانتا ہے۔ جو اس کی طرف سے ہدایت لے کر آیا ہے اور جس کے لئے آخرت کا گھر ہے۔ بیشک ظالم نجات نہیں پائینگے) اور فرعون نے کہا۔ اے سردارو مَیں نہیں جانتا کہ میرے سوا

تمہارا کوئی اور معبود ہے۔ پس اے ہامان تو میرے لئے گارا پکوا۔ پھر میرے لئے ایک بلند محل بنوا کہ میں موسیٰ کے خدا کو جھانکوں۔ اور بیشک میں اسے جھوٹا سمجھتا ہوں۔

آپ نے دیکھا

کہ وہ فرعون جس کو اللہ تعالیٰ نے اسی طریقہ سے پیدا کیا ہے۔ جس کی تفصیل پہلے عرض کر چکا ہوں۔ اب اس خدا تعالیٰ کا منکر ہے۔ اور اپنی خدائی کا دعویدار ہے۔ کیا یہ شخص اس درندے (شیر) سے بدتر نہیں ہے۔ جس کا ذکر پہلے کر چکا ہوں

فرعون کا دوسرا دعویٰ

یعنی اگر بالفرض کوئی اور بھی معبود ہوں پھر بھی میں سب سے اعلیٰ درجہ کا رب ہوں۔ کہتا ہے (اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی)

سورہ النّٰزعٰت پارہ ۳۰

ترجمہ۔ پھر کہا کہ میں تمہارا سب سے بڑا رب ہوں۔

حاشیہ شیخ الاسلام

حضرت مولانا شبیر احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ "اپنے وزیر ہامان کو کہا۔ کہ اچھا اینٹوں کا ایک پزاوہ لگواؤ۔ تاکہ پکی اینٹوں کی خوب اونچی عمارت بنوا کر اور آسمان کے قریب ہو کر میں موسیٰ کے خدا کو جھانک آؤں کہ کہاں ہے۔ اور کیسا ہے۔ کیونکہ زمین میں تو مجھے کوئی خدا اپنے سوا نظر نہیں پڑتا۔ آسمان میں بھی خیال تو یہی ہے کہ کوئی نہ ہوگا۔ تاہم موسیٰ کی بات کا جواب تو ہو جائے گا۔

آپ نے دیکھا

کہ اگر انسان کے دل میں خوف نہ ہو۔ تو یہ بد دماغی کے باعث کہاں تک پہنچتا ہے۔ کہ خود خدا بن بیٹھتا ہے۔ اللھم اعذنا من ہذا الشر برحمتک یا ارحم الراحمین۔

آمین یا الٰہ العالمین

امام غزالیؒ

ایک ماہر تعلیم کی حیثیت سے

از مولانا محمد زبیر اظہر الحسینی صاحب لائل پور

(قسط (۲)۔ آخری)

امام غزالیؒ نے جیسا کہ ابتدا میں بتایا گیا۔ نصابِ تعلیم کی اصلاح کی طرف بھی توجہ دی ہے۔ اور اس دور کی مروجہ تعلیمی خامیوں کا عمیق نظروں سے جائزہ لے کر مفید اصلاحات کا تعین بھی کیا ہے۔ چنانچہ اب ہم ان اصلاحات اور خامیوں کا ایک اجمالی خاکہ پیش کرتے ہیں۔

غزالی دور کی تعلیمی خامیاں

۱۔ علامہ شبلی کے خیال کے مطابق سب سے پہلی خامی "مذہبی اور غیر مذہبی علوم کا خلط ملط ہو جانا" تھا۔ غیر مذہبی علوم کی تدریس پر ضرورت سے زیادہ زور صرف کیا جاتا، علوم شرعی سے بے نیازی برتی گئی۔ صرف یہی نہیں۔ بلکہ غیر مذہبی علوم کو مذہبی عظمت سے نوازا گیا۔ انہی خطوط پر جب ان (علوم) کی تدریس کا آغاز ہوا۔ تو اختلافات و مباحات کا دروازہ کھل گیا۔ بڑھتے بڑھتے یہ اختلافات مذہبی رنگ اختیار کر گئے۔ فریقین میں نوبت سر پھٹول تک جا پہنچی۔ علماء کا گروہ تو ردّ و قدح تک ہی رہتا۔ لیکن فقہاء و متکلمین جزئیات پر بحث کے دوران تفسیق و تکفیر کی منزل سے ادھر رُکنا کفر جانتے تھے۔

۲۔ جن علوم و فنون کے ڈانڈے صنعت و حرفت سے جا ملتے تھے۔ اُنہیں کلیۃً نصاب تعلیم میں جگہ نہیں دی گئی تھی۔ حالانکہ ان کی افادیت و احتیاج سے اس وقت کے کسی بھی عالم، فقیہ اور متکلم کو کلام نہیں تھا۔

۳۔ فلسفہ و منطق جو عقلی علوم کہلاتے ہیں داخلِ نصاب نہیں تھے۔

۴۔ علمِ اخلاق جو اس دور کی ایک اہم ضرورت تھی۔ خارج از نصاب تھا۔

غزالی اصلاحات

حجۃ الاسلامؒ نے ان تمام مذکورۃ الصدر خامیوں پر ایک ناقد و مصلح کی حیثیت سے نظر ڈالی۔ مدرسہ نظامیہ بغداد کے چار سال صدر مدرس رہے اور ہزاروں تشنگانِ علم کو سیراب کرنے کے باعث آپ کو اس دور کی تعلیمی حالت کا بخوبی اندازہ ہو گیا تھا۔ اس لئے آپ نے "احیاء العلوم" میں (جو سلسلۂ درس و تدریس نظامیۂ بغداد کو خیرباد کہنے کے بعد لکھی گئی) ان تمام بیان کردہ خامیوں پر نہایت تفصیل و تشریح کے ساتھ روشنی ڈالتے ہوئے ان کی اصلاح کی تجاویز پر مشتمل ایک مستقل باب بھی قائم کیا ہے۔

سب سے پہلے آپ نے مذہبی اور غیر مذہبی علوم کی گڈمڈ راہوں کو جدا جدا راستے دکھائے، تحصیل علوم میں تناسب و توازن قائم رکھنے کے لئے آپ نے علوم کی دو قسمیں کیں:۔

فرض عین ——— فرض کفایہ

فرض عین:۔ وہ علوم جن کا اکتساب ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے۔ مثلاً عبادات و عقائد وغیرہ۔

فرض کفایہ:۔ وہ علوم جن کا حاصل کرنا اسلامی برادری کے ہر فرد کے لئے ضروری نہیں۔ اگر گنتی کے چند آدمی بھی اُنہیں حاصل کر لیں تو فرض کفایہ کے تقاضوں کی تسکین ہو سکتی ہے۔ فرض کفایہ کی ذیل میں آنے والے علوم میں علم طب و حساب وغیرہ سر فہرست ہیں!

بیان کردہ تقسیم علوم سے متعلق اس امر کی وضاحت اس مقام پر نہایت ضروری ہے۔ کہ اُس وقت کے علماء امام غزالیؒ کی اس تقسیم سے بڑے برہم ہوئے۔ اور اُنہوں نے بڑی شدت سے اختلافِ رائے کا اظہار کیا۔ فقہاء کا کہنا تھا کہ ان کے نزدیک فقہ کی تحصیل ہی فرض عین ہے۔ علماءِ محدثین کے نزدیک احادیث کا علم ہی فرض عین تھا۔ متکلمین علمِ کلام کو فرض قرار دیتے تھے۔ غرض ہر طبقے نے ڈیڑھ اینٹ کی علیحدہ مسجد بنا رکھی تھی۔

لیکن امام غزالیؒ نے ان تمام آراء سے اختلاف کیا۔ اور قوی دلائل و براہین پیش کر کے اپنے لئے اور اُمتِ مسلمہ کی فلاح و بہبود کے لئے غور و فکر کی

نئی راہیں تجویز کیں۔ نئے انداز فکر کی بنیاد رکھی۔ چنانچہ آپ نے تمام مروّجہ علوم میں سے کسی کو بھی فرضِ عین قرار نہیں دیا۔ اُن کی رائے میں یہ سب فرض کفایہ تھے

چنانچہ فرض کفایہ کا ایک عنوان قائم کرکے آپ نے لکھا۔ کہ اس کی دو قسمیں ہیں:-

علوم شرعی —— علوم دنیوی

شرعی علوم میں تفسیر، حدیث، فقہ اور علم کلام کو فرض کفایہ کیا۔ اور غیر شرعی علوم میں طب و حساب کو فرضِ کفایہ قرار دیا فرماتے ہیں:-

"فرض کفایہ وہ علم ہے جس کے بغیر دنیاوی ضرورتیں پوری نہ ہو سکتی ہوں مثلاً علم طب! کیونکہ بقائے زیست کے لئے وہ ضروری چیز ہے۔ یا علم حساب۔ کیونکہ لین دین میں اور ترکہ کی تقسیم کے وقت اس کی ضرورت پڑتی ہے" (احیاء العلوم)۔

صنعتی علوم و فنون کی اہمیت کی طرف سب سے پہلے امام غزالیؒ نے ہی توجہ دلائی۔ چنانچہ لکھتے ہیں:-

"ہمارے اس قول پر تعجب نہیں کرنا چاہئے۔ کہ طب اور حساب فرض کفایہ ہیں۔ بلکہ صنعتی علوم بھی فرض کفایہ ہیں۔ مثلاً کاشتکاری، سائنس، پارچہ بافی۔"

بیانِ بالا کے مطابق یہ ثابت ہے۔ کہ اکثر دینی علوم کی طرح بہت سے غیر شرعی علوم (یہاں غیر شرعی سے ناجائز مراد نہیں) بھی گو فرض کفایہ تھے۔ مگر جمہور نے اس طرف بہت کم توجہ دی۔ اکثر ایسے شہر بھی تھے جہاں کے شہری ہیئت و کیفیتِ باطنی و ظاہری میں یہود و نصارٰے سے کافی مماثلت رکھتے۔ اور جن کی طبی مسائل میں شرعاً شہادت قابلِ تسلیم نہیں تھی۔ ایسے لوگ بھی علم طب و حساب کی بجائے فقہ کی تحصیل پر ہی گرے پڑتے تھے۔ اس کے اسباب پر امام غزالیؒ روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں:-

"کیا اس کا بجز اس کے کوئی اور سبب ہو سکتا ہے۔ کہ طب کے ذریعے یہ بات حاصل نہیں ہو سکتی کہ اوقاف پر، وصیت پر، اور یتامٰے کے مال پر قبضہ و تصرّف ہو جائے، عہدۂ قضا مل جائے، حکومت کی باگ ہاتھ میں آ جائے، ہم عصروں پر تفوّق حاصل ہو، مخالف طبقے کو زیر کیا جائے۔"

ان حقائق کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ امام غزالیؒ نے جس زمانے میں علم کی وادی میں قدم رکھا۔ اس وقت یونانی فلسفہ و منطق کا طوطی تمام دُنیائے اسلام میں بول رہا تھا۔ یونانی کتبِ فلسفہ تراجم عربی کے زیور سے آراستہ و پیراستہ ہو چکی تھیں۔ اس وقت کے لقدس مآب علماء کا شب و روز یہی شیوہ تھا۔ کہ وہ اپنے قیمتی وقت کو بس یونہی فضول مباحث میں صرف کیا کرتے تھے۔ اور اشاعرہ و حنبلہ کی مذہبی لڑائیاں شباب پر تھیں

۴۷۵ھ ہجری میں شریف ابو القاسم جو ایک مشہور واعظ تھے۔ انہیں نظام الملک کا دربار میں بلانا۔ اُن کا بغداد میں آکر برسرِ منبر یہ کہنا۔ کہ "امام احمدؒ کافر نہ تھے۔ لیکن اُن کے پیروکار کافر ہیں"۔ پھر اس پر ہنگامے کا برپا ہونا۔ دربار کی جانب سے شریف ابو القاسم کو اس "خدمت" کے بدلے میں "علم السنۃ" کا خطاب ملنا اُس وقت کے ہنگامی اور ناگفتہ بہ حالات کی غمازی کرتا ہے معاشرے کی بھی خرابیاں تھیں۔ جنہیں دیکھ کر امام غزالیؒ کی رگِ حمیت پھڑک اُٹھی۔ آپ نے بڑے غور و فکر سے فلسفۂ یونان کا مطالعہ کیا۔ اور اس غلط قسم کے فلسفہ کی ترویج سے پیدا شدہ صورتِ حالات کا جائزہ لیا تو تمام خامیاں ایک ایک کرکے سامنے آگئیں آپ نے ان تمام فلاسفروں کے افکار و نظریات کا بھی جائزہ لیا۔ جنہوں نے فلسفہ یونان کی آڑ لے کر عقائدِ اسلام پر اعتراضات کی بوچھاڑ کی تھی۔ جو یونانیوں کی طرح آسمانوں کو جاندار اور ذی روح سمجھتے تھے۔ اور ان کی حرکات کو حرکتِ ارادی سے تعبیر کرتے تھے۔ جن میں بو علی سینا اور فارابی کے نام سرِفہرست ہیں!

چنانچہ آپ نے نہ صرف ان تمام باطل نظریات کا ابطال کیا۔ جن کی وجہ سے عمارت اسلام کی بنیادیں کمزور تر ہوتی چلی جا رہی تھیں بلکہ قوی دلائل و براہین سے عقائدِ اسلامی کی حقانیت کو روزِ روشن کی طرح ثابت کرکے اُمتِ مرحومہ کو پھر ایک بار حق و صداقت کی راہیں دکھائیں۔ معاشرۂ اسلامی کے ہر باشعور فرد کو صحیح فکر کی منزل کے نشان دکھائے۔ فلسفیانہ خیالات کی بے راہ رویوں کو یکسر راہِ راست پر لائے۔ فکر و نظر کی گمراہی کو صراطِ مستقیم سے آشنا کیا۔ اور جب سوچ بچار کا انداز بدل گیا۔ تو سینا و فارابی کے غلط اندازِ فکر کی قلعی کھل گئی۔ فلسفہ و منطق نصاب سے بیگانہ نہ رہے۔

فلسفہ و منطق کو بحیثیت مجموعی نصاب میں داخل کرنے سے اذہان میں کچھ خلفشار کی لکیریں اُبھر آئیں۔ مخالفین کو ایک سٹنٹ ہاتھ آگیا۔ امام غزالیؒ نے اس انتشار و خلفشار کو ختم کرنے کے لئے اپنے معرکۃ الآرا قلم سے "المنقذ من الضلال" میں بڑی کھری اور دل لگتی بات کہی۔ کہ:-

"فلسفہ کے تمام اجزاء یعنی طبعیات، سیاسیات، اخلاق اور الہیات میں بجز الہیات کے اور کوئی چیز عقائدِ اسلامی کے منافی نہیں"۔

غرض آپ نے جس بات کو حق سمجھا۔ اسے کھل کر بیان کیا۔ حق کو سخت سے سخت شدائد کے مواقع پر بھی حق ہی کہا۔ علماءِ سُوء اور مذہب سے ناآشنا اُمراء کی بڑی جُرأت کے ساتھ مخالفت کی۔ اپنے مشن کو کامیاب بنانے کے لئے جو سراسر حق و صداقت پر مبنی تھا۔ ہر مشکل کا خندہ پیشانی سے مقابلہ کیا۔ سچائی کے راستے میں آنے والے ہر پتھر کو پائے استقلال سے ٹھوکر مار کر راستے سے ہٹا دیا۔ اور بمصداق ؎

مقسوم اہلِ علم غرابیست درجہاں
رسمیست در شکنجہ کشیدن کتاب را

راہِ حق میں پیش آنے والی ہر مشکل کو امتحان سمجھ کر آزمائش میں پورے اُترتے چلے گئے۔

یہی وہ اسباب تھے جن کی بنا پر اُن کے افکار و نظریات اور اصلاحات نے حیاتِ دوام پائی۔ اور یہ امر واقعہ ہے۔ کہ آج بیگانوں نے اُن کی اصلاحات کو اپنے نظامِ حیات میں شریک و رائج کرکے دُنیا کی سب سے بڑی متمدّن، سب سے زیادہ مہذّب اور امنِ عالم کی اجارہ دار قوم کا درجہ پایا۔

رہے اپنے، تو اُنہوں نے صرف اس بنا پر ان کے مبنی بر حق افکار کی تائید نہ کی اور "احیاء العلوم" کے مطالعہ کو گناہ کی منزل تک لے گئے کیونکہ امام غزالیؒ نے احیاء العلوم باب المغرورین میں فقہاء، متکلمین اور پیشہ ور واعظین اور ریاکار صوفیاء کے اکثر عیوب بلا خوف و جھجک واشگاف الفاظ میں قوم کے سامنے رکھ کر احساسِ زیاں کا شعور دلایا تھا۔ ع

بہ بیں تفاوتِ راہ از کجاست تا بکجا؟

فضائل درود شریف

(از حکیم الامت حضرت مولانا شاہ اشرف علی تھانویؒ)

پہلی روایت

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص مجھ پر ایک بار درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے اور اس سے دس گناہ معاف ہوتے ہیں اور اس کے دس درجے بلند ہوتے ہیں روایت کیا اس کو نسائی نے۔

دوسری روایت

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن میرے ساتھ سب آدمیوں سے زیادہ قرب رکھنے والا وہ ہوگا جو مجھ پر کثرت سے درود بھیجتا ہو روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

تیسری روایت

نیز ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت سے ملائکہ زمین میں سیاحت کیا کرتے ہیں اور میری امت کا سلام مجھ کو پہنچاتے ہیں روایت کیا اسکو نسائی اور دارمی نے۔

چوتھی روایت

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ شخص ذلیل و خوار ہو جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

ف اس حدیث سے محققین نے کہا کہ آپ کا نام مبارک سن کر اول بار درود پڑھنا واجب ہے پھر مکرر اسی مجلس میں اگر ذکر ہو تو مستحب ہے۔

پانچویں روایت

حضرت ابی بن کعبؓ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں آپ پر درود کثرت سے بھیجتا ہوں سو (یہ بتا دیجئے کہ) کس قدر درود معمول رکھوں (مطلب یہ کہ بقیہ اوراد سے درود کی کیا نسبت رکھوں) آپؐ نے فرمایا جس قدر چاہو میں نے عرض کیا کہ ایک ربع (یعنی مثلاً کل وقت وظیفہ کا تین گھنٹہ ہوں تو پون گھنٹہ درود کے لئے رکھوں) آپ نے فرمایا جو چاہو اور اگر بڑھا لو تو وہ تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے میں نے عرض کیا کہ نصف (مثلاً مثال مذکور میں ڈیڑھ گھنٹہ) آپ نے فرمایا جو چاہو اور اگر اور بڑھا لو تو تمہارے لئے اور بھی بہتر ہے میں نے عرض کیا کہ دو ثلث (مثلاً مثال مذکور میں دو گھنٹہ) آپ نے فرمایا جو چاہو اور اگر اور زیادہ کر لو اور بھی بہتر ہے میں نے عرض کیا میں تمام وظیفہ درود ہی کو کر لوں گا (یعنی پورے تین گھنٹہ یہی پڑھا کروں گا) آپ نے فرمایا تو اس صورت میں تمہارے تمام افکار کی کفایت کی جاوے گی اور تمہارا گناہ معاف کیا جاوے گا۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

ف اس سے درود شریف کا افضل الاوراد ہونا ظاہر ہے۔

چھٹی روایت

ابو طلحہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے اور کہا کہ آپ کے رب کا ارشاد ہے کہ آپ پر جو شخص درود بھیجے گا میں اس پر دس رحمتیں نازل کروں گا اور جو شخص سلام بھیجے گا اس پر دس سلام بھیجوں گا روایت کیا اس کو نسائی اور دارمی نے۔

ف اس سے معلوم ہوا کہ اگر درود شریف کے کسی صیغہ میں صلوٰۃ و سلام دونوں ہوں تو اس کے ایک بار پڑھنے سے بیس عنایتیں حق تعالیٰ کی نازل ہوتی ہیں مثلاً

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ بَارِكْ وَسَلِّمْ

ساتویں روایت

حضرت عمر بن الخطابؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ دعا معلق رہتی ہے درمیان آسمان و زمین کے اس میں سے کچھ بھی (مقام قبول تک) نہیں پہنچتی جب تک کہ اپنے نبی پر درود نہ پڑھو روایت کیا اس کو ترمذی نے۔ **ف** چونکہ یہ امر مدرک بالقیاس نہیں ہے اس لئے حکم مرفوع میں ہے یہ سب احادیث مشکوٰۃ میں ہیں اور اس باب میں احقر کا رسالہ زاد السعید مختصر اور جامع ہے۔ بعد بیان فضیلت کے بمقتضائے وارد قلبی اسکی بعض حکمتیں لکھنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

حکمت اول

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احسانات امت پر بے شمار ہیں کہ صرف تبلیغ مامور بہ ہی پر اکتفا نہیں فرمایا بلکہ ان کی اصلاح کے لئے تدبیریں سوچیں ان کے لئے رات رات بھر کھڑے ہو کر دعائیں کیں ان کے احتمال مضرت سے دلگیر ہوئے اور تبلیغ گو مامور بہ تھی لیکن تاہم اس میں واسطہ نعمت تو ہوئے بہرحال آپ محسن بھی ہیں اور واسطۂ احسان بھی پس اس حالت میں مقتضا فطرت سلیمہ کا یہ ہوتا ہے کہ ایسی ذات کے واسطے دعائیں نکلتی ہیں خصوصاً جب کہ مکافات بالمثل نہ ہو سکے اور ہمارا عاجز ہونا اس مکافات سے ظاہر ہے کیونکہ ان انعام کا افاضہ غیر نبی سے نبی پر محالات سے ہے اور دعا بہ رحمت سے بڑھ کر کوئی دعا نہیں اور اس میں بھی رحمت خاصہ کاملہ کی دعا جو کہ مفہوم ہے درود کا اسلئے شریعت نے اسی فطرت سلیمہ کے مطابق درود شریف کا امر کہیں وجوباً کہیں استحباباً فرمایا (و نحوہ فی المواہب)

حکمت دوم

چونکہ آپ حق تعالیٰ کے محبوب ہیں اور محبوب کے لئے کسی خیر کی درخواست کرنا گو محبوب کو بوجہ اس کے کہ جس سے درخواست کی جاوے وہ خود بوجہ محبت کے وہ خیر اس محبوب کو پہنچاوے گا اس خیر کے لئے میں اس درخواست کی

حاجت ہی نہ ہو لیکن ایسی درخواست کرنا خود سبب ہوتا ہے اس درخواست کرنے والے کے تقرب کا پس درود شریف میں چونکہ درخواست رحمت ہے محبوب حق کے لئے اس لئے یہ ذریعہ ہو جاوے گا خود اس شخص کو حق تعالیٰ کی رضا و قرب میسر ہونے کا (و نحوہ فی المواہب)

حکمتِ سوم

نیز اس درخواست میں اظہار ہے آپ کے شرف خاص عبدیت کاملہ کا کہ رحمت الٰہی کی آپ کو بھی ضرورت ہے۔

(وہذا من سوانح الوقت)

حکمتِ چہارم

چونکہ آپ بھی بشریت میں مادیت میں عنصریت میں امت کے ساتھ شریک ہیں اور بعض امور زائدہ مثل کثرت مال وغیرہ میں اوروں کی ساتھ مساوی بھی نہیں اور یہ اشتراک اور عدم مساوات بسا اوقات منجر ہو جاتا ہے استنکاف کی طرف اعتقاد عظمت و اتباع ملت سے جیسا امم ضالہ کو پیش آیا کہ بعض نے یوں کہا اَنُؤْمِنُ لِبَشَرَیْنِ مِثْلِنَا وَ قَوْمُهُمَا لَنَا عَابِدُونَ اور بعض نے کہا اَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهٗ اِنَّآ اِذًا لَّفِیْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ کسی نے کہا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰی رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْیَتَیْنِ عَظِیْمٍ اس لئے درود شریف میں اس کا پورا علاج ہے کیونکہ اس میں دعاء ہے رحمت خاصہ کی تو اس سے استحضار ہوا اس کا کہ آپ رحمت خاصہ کے مستحق ہونے میں سب سے ممتاز ہیں تو اس اشتراک کے ساتھ اس امتیاز کو بھی تو دیکھو جس کے سامنے دوسروں کا امتیاز مالی وغیرہ گرد ہے۔ اور نیز اس میں حکمت اول کے لحاظ سے استحضار ہے اس کا کہ ہم لوگ آپ کے ممنون ہیں اور عظمت و منت کا استحضار رافع ہوتا ہے استنکاف کا بالخصوص جب نام مبارک کے قبل لفظ سیدنا و مولانا وغیرہ بھی بڑھا دیا جائے اور نام مبارک کے بعد ایسے صفات بڑھائے جاویں جن میں تصریح ہو آپ کے جدوجہد کی اشاعت دین کے لئے جو اعظم احسانات ہے ہم پر اور اس رفع استنکاف سے افتقار و انکسار حادث ہو گا جو کہ اعظم مقامات مقصودہ سے ہے خصوص اس محل میں جس کے معظم ہونے کا نصوص میں اہتمام کیا گیا ہو جیسے مقبولان الٰہی بالخصوص حضرات انبیاء علیہم السلام پھر خصوص سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کہ آپ کی طرف افتقار کا استحضار عین مرضی حق اور آپ سے اباء و استغناء بغایت نامرضی ہے کما قال اللہ تعالیٰ هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَكِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ وقال اللہ تعالیٰ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَكِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ

حکمتِ پنجم

بعض طبائع میں غلبۂ مذاق توحید کے سبب وسائط کے ساتھ کہ ان وسائط میں انبیاء بھی ہیں دل زیادہ آویختہ نہیں ہوتا گو بعد حصول قدر واجب اعتقاد و انقیاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس زیادت کا انتفاء مضر نہیں جیسا کہ مواہب کے مقصد سابع میں امام قشیری سے ابو سعید خراز کی حکایت نقل کی ہے کہ انہوں نے خواب میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھ کو معذور رکھئے کہ خدا تعالیٰ کی محبت مجھ کو آپ کی محبت میں مشغول نہیں ہونے دیتی آپ نے فرمایا اے مبارک جو شخص حق تعالیٰ سے محبت کرتا ہے وہ مجھی سے محبت کرتا ہے (کیونکہ یہ تو وہ جانتا ہی ہے کہ میرے ہی توسط سے تو یہ بات نصیب ہوئی اور اس جاننے کے بعد ممکن نہیں کہ واسطہ سے محبت نہ ہو گو التفات نہ ہو سو امر ضروری محبت ہے نہ کہ التفات دائم) اور بعض نے کہا ہے کہ یہ واقعہ ایک انصاری عورت کو سرکار نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جاگتے میں پیش آیا تھا اور لیکن کمال حال یہ ہے کہ جس واسطہ کی طرف اسی واحد حقیقی نے التفات کرنے کو اپنی رضا کا ذریعہ فرمایا ہے اس کی طرف التفات کرنے کو ذوقاً بھی شاغل عن التوحید نہ سمجھے بلکہ مکمل توحید جانے جیسا کوئی اپنے معشوق کے پاس جانا چاہے اور وہ معشوق اپنا ایک مقرب خاص اس کے پاس بھیج دے کہ اس کو اپنے ہمراہ لے آوے تو قضیۂ عقل یہ ہے کہ جس قدر اپنے محبوب کی مقصودیہ حقیقیہ اس کے دل میں بسی ہو گی اسی قدر ہر قدم پر اس موصل الی المقصود کے قدم اور زبان پر اس کی توجہ ہو گی کیونکہ اس میں کمی ہونے سے خود وصول الی المقصود ہی مشکوک ہو جاوے گا جس کو یہ ناگوار اور محبوب بالذات کی مقصودیہ حقیقیہ کے خلاف سمجھے گا اسی طرح جب اس عاشق کو معلوم ہو گا کہ میں جس قدر اس کا اکرام و مداراۃ و خدمت کروں گا میرا محبوب اسی قدر زیادہ خوش ہو گا تو وہ اور بھی اس میں مشغول رہے گا اور یہ شغل مانع عن الاشتغال بالمحبوب نہ ہو گا بلکہ اس اشتغال میں اور زیادہ معین ہو گا پس جس طرح اس مثال میں جس درجہ کی مقصودیت محبوب بالذات کی اس محب کی نظر میں ہو گی اسی درجہ کا التفات موصل کی حرکت و سکون پر ہو گا اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جس قدر التفات ہو وہ عین علامت ہو گی واحد تعالیٰ کے مطلوب و ملتفت الیہ ہونے کی پس دونوں التفاتوں میں تزاحم نہ ہوا بلکہ تلازم ہوا پس اس ذوقی نقص کے رفع کرنے کے لئے درود شریف مشروع ہوا گویا صلوا علیہ وسلموا تسلیما میں حکم ہوا کہ اس واسطہ کی طرف توجہ بالاحترام کرنے سے ہم خوش ہوتے ہیں پس اگر کوئی ہمارا اور ہماری رضا کا طالب ہے تو اس واسطہ کی طرف توجہ بالاحترام کرے اور اس کو اشتغال بالغیر نہ سمجھے کیونکہ اشتغال بالغیر بالمعنی الاعم منافی توحید نہیں بلکہ اشتغال بالغیر بایں معنی کہ وہ غیر حاجب ہو مقصود سے منافی توحید ہے اور جو غیر کہ خود موصل ہو اس کی طرف توجہ کرنا تو لوازم توحید سے ہے کہ بدوں اس کے توحید ہی تک وصول نہیں ہوتا (وہاتان الحکمتان من سوانح سانح الوقت)

ماخوذ از **نشر الطیب**

(بقیہ احادیث الرسول صفحہ ۲ سے آگے)

(بقیہ احادیث الرسول صفحہ ۲ سے آگے)

اس کی نسبت وہ کہدے کہ اللہ ہی جانتا ہے۔ اس لئے کہ جس چیز کا اس کو علم نہیں ہے۔ اس کی نسبت اللہ بہتر جانتا ہے۔ کہنا بھی علم کی ایک قسم ہے۔ چنانچہ خداوند تعالیٰ نے اپنے نبیؐ کے واسطے فرمایا ہے۔ قل ما اسئلکم علیہ من اجر وما انا من المتکلفین یعنی میں اس قرآن پر تم سے کوئی اجرت یا بدلہ نہیں مانگتا اور میں تکلف کرنے والے لوگوں میں سے نہیں ہوں۔ (بخاری و مسلم)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تحفۂ

مِیلادُ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

مُرتبہ

حضرت مولانا احمد علی صاحب

الحمد للہ و کفیٰ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

اَمّا بعد!

وِلادت باسعادت خیر الخلائق سید البشر صلی اللہ علیہ وسلم

برادرانِ مِلّت! وہ کون سا کلمہ گو ہے جسے خیر الخلائق سید البشر خاتم النبیاء والمرسلین علیہ الصّلوٰۃ والسلام کی ولادت باسعادت پر فخر نہیں؟ ہر مسلم حضور سراپا نور کے وجود باجود کو ابرِ رحمت خیال کرتا ہے۔ یہی نہیں۔ بلکہ آپ رحمتہ للعالمین ہیں۔

عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم مسلمانوں کو حضور سراپا نور کے ظہور کی خوشی اس لیے ہے کہ آپ کی برکت سے انہیں وہ آبِ حیات ملا جس سے وہ دنیا میں مُردہ قوم سے زندہ قوم بن گئے۔

ذلیل سے عزیز قوم بن گئے
بداخلاق سے با اخلاق بن گئے
مفسد سے مصلح بن گئے
بد امن سے امن پسند بن گئے
راہزن سے محافظِ راہ بن گئے
غیر متمدن سے متمدن بن گئے
چور سے پاسبان بن گئے
بت پرست سے خدا پرست بن گئے

انسان کی محسن حقیقی جل مجدہ سے سرکشی

حضور سراپا نورؐ کے ظہور سے پہلے دنیا کیا تھی؟ ایک ظلمت کدہ تھی محسن حقیقی جلّ مجدہٗ کی احسان فراموشی کا بازار گرم تھا۔ عموماً ہر دل محسن کشی کے جذباتِ رویّہ سے لبریز تھا۔ خدا پرستی جو انسان کا فطرتی جذبہ تھا۔ اس کی بجائے حجر پرستی شجر پرستی اور بت پرستی وغیرہ کا دور دورہ تھا۔ بلکہ وہ قومیں (یہود و نصاریٰ) جنہیں خالص خدا پرستی کا دعویٰ تھا۔ اور جو انبیاء علیہم السلام کے نقشِ قدم پر چلنے کے مدعی تھے۔ وہ بھی انسان پرستی کے مہلک مرض میں مبتلا ہو چکی تھیں۔ قولہ تعالیٰ: وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرٌ ابْنُ اللَّهِ وَقَالَتِ النَّصَارَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللَّهِ (پ ۱۰ رکوع ۱۱) (ترجمہ: یہود کہتے تھے کہ عزیر علیہ السلام خدا تعالیٰ کا بیٹا ہے اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے (انتہیٰ)

باہمی تعلّقات کی خرابی

بعض تعلقاتِ انسانی میں اس قدر سنگ دلی آگئی تھی کہ اپنی بیٹیوں کو زندہ در گور کر دیتے تھے (عرب) یا گلا گھونٹ کر مار دیتے تھے۔ (ہندوستان) بدچلنی پر فخر ہوتا تھا۔ کہیں بعض انسانوں کو پیدائشی کمینہ اور خلقتی غلام سمجھا جاتا تھا اور اس خلقتی کمینہ کا سایہ دوسری قسم کے انسانوں پر پڑ جائے تو وہ ناپاک ہو جاتے تھے۔ حاصل یہ ہے کہ ساری دنیا میں ظلمتِ کفر و شرک کی گھٹائیں چاروں طرف چھا رہی تھیں بداخلاقیوں کا دور دورہ تھا۔ مذہب ایک بازیچۂ اطفال بنا ہوا تھا جیسے چاہا موڑا توڑا جسے چاہا کافر بنایا۔ جسے چاہا جہنم کا مستحق ٹھہرایا علماء اہل کتاب تُکّی کی آڑ میں شکار کھیلا کرتے تھے خود کو مذہبی مقتدا ظاہر کرکے ہر قسم کے اموالِ الٰہی پر قابض ہوتے تھے اور ادائے حقوق اللہ میں سب سے زیادہ سست تھے۔

قولہ تعالیٰ: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ كَثِيرًا مِّنَ الْأَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَأْكُلُونَ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ (پ رکوع ۱۱)

ضرورتِ مُصلح

نظامِ عالم کو ان تمام آلائشوں سے پاک کرنے کے لیے ایک ایسے مُصلح کی ضرورت تھی جس کی برکت سے یہ تمام نقائص دور ہو جاتے۔

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم مخزنِ برکات

نظامِ عالم کو جس جامع ہادی کی ضرورت تھی۔ ان تمام خوبیوں کا حامل عالم تقدیر میں سید المرسلین، خاتم النبیّین شفیع المذنبین کا وجود باوجود تھا۔ اس لیے دستِ غیب نے قرعۂ فال بنام فخر الاولین والآخرین فداہ ابی و امی ہی نکلا۔

مسلمانوں کا فرض

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس عہدہ جلیلہ پر فائز ہوئے تھے اور جو فرائض منصبیہ آپ پر عائد کئے گئے تھے امتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے ہر فرد پر لازم ہے کہ ان کمالاتِ محمدیہ کا مظہر و مترجم بنے اسی حالِ محمدی کو سب سے پہلے اپنا حال بنائے اور بعد ازاں اس قول و فعلِ محمدی کی تبلیغ کو اپنا فرض قرار دے تاکہ کہیں مندرجہ ذیل جرم کا مجرم قرار نہ دیا جائے۔

إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَىٰ مِن بَعْدِ مَا بَيَّنَّاهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتَابِ أُولَٰئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللَّهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللَّاعِنُونَ (پ ۲۔ رکوع ۲)

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے چار فرض

قولہ تعالیٰ: هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ (سورۃ الجمعۃ پ ۲۸ رکوع ۱)

ترجمہ: خدا تعالیٰ وہ ذات (بے نیاز) ہے جس نے ان پڑھوں میں رسول بھیجا جو فرضِ اوّل يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ (ترجمہ) ان پر اللہ تعالیٰ کی آیات پڑھتا ہے۔ انتہیٰ

تلاوتِ مسنونہ کے دو جزو ہیں۔ الفاظ کا دہرانا اور معانی کا سمجھنا۔ حضور سراپا نور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح تلاوت کا حق صحیح تب ہی ادا ہو سکتا ہے کہ

پڑھنے والا دونوں کا لحاظ تام کرے اور اصل بات یہ ہے کہ قرآن حکیم کی تلاوت کا فائدہ بھی جب ہی ہوگا - ہاں یہ جو قاعدہ شرعی ہے کہ ہر ایک حرف تہجّی قرآن کی تلاوت پر دس نیکیاں ملتی ہیں وہ مسلّم ہے - مثلاً الٓمٓ کی تلاوت پر تیس نیکیوں کا مستحق ہوجائے گا - لیکن فرض کر لیجئے کہ ایک شخص قرآن حکیم کے ایک پارے کی تلاوت صبح کو کرتا ہے بے شک اس نے بفضلہ تعالیٰ نیکیوں کا ایک انبار اپنے اعمال نامے میں جمع کر لیا - لیکن بازار یا دفتر میں جاکر الٰہی احکام قرآنی کی اپنی جہالتِ علمی کے باعث عملاً مخالفت کرتا ہے - جن کی تلاوت صبح کو کرکے آیا ہے تو وہ شخص قرآن حکیم روزانہ تلاوت کے باوجود فاسق بلکہ اپنے فسق پر مُصر (ضد کرنے والا) رہے گا - یاد رہے کہ اصرار علی الصغیرہ (چھوٹے گناہ پر ضد کرنا) گناہ کبیرہ ہے - اور گناہ کبیرہ کرنے والا اگر بغیر توبہ مر جائے تو اس کی سزا جہنم ہے قرآن حکیم کے معنی سے ناواقف تلاوت کرنے والا ممکن ہے صغائر کو بھی نہ سمجھے اور ان میں مبتلا رہے - معنی سمجھ کر پڑھنے والا اگر ایک رکوع کی تلاوت کرتا ہے لیکن جو لیکن جو حکم اعلم الحاکمین کی بارگاہ سے اسے ملتا ہے اسے سمجھ کر قوت ایمانی کی برکت سے اس پر عمل کرنے کا عہد کرکے اٹھتا ہے تو وہ تھوڑے دنوں میں انشاءاللہ تعالیٰ اعلیٰ درجے کا پرہیزگار بن جائے گا -

ازالہ غلط فہمی

مذکور الصدر عرض داشت سے یہ نہ سمجھا جائے کہ میں تو تلاوت سادہ یعنی معنی سمجھے بغیر پڑھنے کا مخالف ہوں - میں تو تلاوت مسنونہ کی تفصیل عرض کر رہا تھا اگر تلاوت حق تام ادا نہ ہوسکے تو پھر جتنا ہوسکے اس میں قاصر نہ رہنا چاہئیے لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ (فرض دوم) وَيُزَكِّيْهِمْ (ترجمہ) اور ان کے باطن کو پاک کرتا ہے -

توضیح مزید

یعنی امراضِ روحانی (حسد - بغض - کینہ - عداوت تعصّب - ہٹ دھرمی - غرور - انانیت - تکبر - جاہ طلبی زر پرستی - بدنیتی و بد خواہی وغیرہ) سے پاک کرتا ہے - سرور کائنات فداہ ابی و امّی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں سوائے قرآن حکیم کے اور کوئی نصاب تعلیم نہ تھا - لہٰذا معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے اندر ان اوصافِ حمیدہ کا پیدا ہوجانا محض قرآن حکیم کی تعلیم اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی تاثیر سے تھا -

تزکیۂ تصوّف

طرائق اربعہ (یعنی صوفیائے کرام کے چار طریقے نقش بندی - قادری سہروردی اور چشتی) کے ذریعہ سے جو تزکیہ کرایا جاتا ہے اس کا مطلب صرف یہ ہوتا ہے کہ ذاکر کے دل میں محبتِ الٰہی کا ذوق اس طرح غالب ہوجائے جس طرح محبّ و محبوب کا تعلق ہوتا ہے - محبّ اپنے محبوب کی ہر ادا پر فدا ہوتا ہے اسی طرح خدا پرست مومن اپنے محبوب و معشوق حقیقی جلّ مجدہٗ کے ہر ایک حکم کی تعمیل بخوشی کرے اور حجاباتِ طبعیہ اور رسمیّہ مانع نہ ہوں -

مثال: صوفیائے کرام کی صحبت اور اشغال (لطائف تزکیہ کی مثال بعینہٖ اسی طرح ہے جس طرح تختی کو میل کچیل سے صاف کیا جاتا ہے تاکہ قلم بآسانی لکھ سکے اور لکھا ہوا صاف پڑھا جائے - حضرت مجدد الف ثانی سرہندی قدس اللہ سرہٗ العزیز اپنے مکتوب میں ارشاد فرماتے ہیں کہ طریقت اور حقیقت شریعت کی خادمہ ہیں -

لہٰذا

تزکیۂ تصوف متعارف لوحِ دل کو احکامِ شریعت کے لکھنے کی خاطر صاف ستھرا کرنے کا نام ہے - وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِحَقِيْقَةِ الْحَالِ ط

فرض سوم وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ (ترجمہ) اور انہیں کتاب (اللہ تعالیٰ کی نازل کی ہوئی) پڑھاتا ہے -

تالی و معلّم کا فرق

تالی (تلاوت کرنے والا) فقط الفاظ کے دہرانے والے کو بھی کہہ سکتے ہیں - اگرچہ وہ مخاطبین کے شکوک وشبہات میں سے ایک کا بھی جواب دینے کی استعداد نہ رکھتا ہو - لیکن معلم قرآن میں اس استعداد کا ہونا ضروری ہے جس سے متعلمین کے شکوک وشبہات رفع ہوں اور ان کا دل کتاب اللہ کے معانی کے علاوہ مصالح اور حِکم سے بھی روشن ہو اور ان کے قلوب میں کتاب اللہ کے حقائق و معارف سے منزّل کتاب جلّ مجدہٗ اور عزّ اسمہٗ کی عظمت رفعت کا سکّہ بیٹھ جائے اور اس کتاب پاک کی تعلیم ربّانی کا وہ نشہ ان پر چڑھے کہ جب تک ساری دنیا کو پیغامِ حق پہنچا نہ لیں چین نہ آئے -

هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ (فرض چہارم) وَالْحِكْمَةَ - (ترجمہ) اور وہ نبی انہیں حکمت سکھاتا ہے (انتہی)

حکمت کے معنی دانش ہے - یعنی مقاصد قرآن حکیم پڑھانے کے بعد درس گاہ نبوی سے صحابہ کرام کو وہ فہم و دانش اور عقل و شعور سکھایا جاتا ہے جس سے مقاصد مہمّہ قرآن بفضلہ تعالےٰ بآسانی حاصل ہوجاتے ہیں - قرآن حکیم تو آج بھی مسلمانوں میں موجود ہے لیکن وہ دانش نہیں ہے جو صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں حاصل ہوتی تھی - دنیا بھر کے بہادر جرنیلوں سے بڑھ کر وہ بہادر جرنیل تھے

دنیا بھر کے علماء سے بڑھ کر وہ بڑے عالم تھے - دنیا بھر کے منصفوں سے بڑھ کر عالی دماغ منصف تھے
دنیا بھر کی منظم فوجوں سے بڑھ کر وہ منظم فوج تھے - دنیا بھر کے سپاہیوں سے بڑھ کر فرماں بردار سپاہی تھے
دنیا بھر کے مبلّغین سے بڑھ کر بہترین مبلّغ تھے -

غرضیکہ ان کے تمام اقوال و افعال میں دانشمندی کا بیّن ثبوت ملتا ہے - ایک آج ہم ہیں کہ ہم پر یہ ضرب المثل صادق آتی ہے "اونٹ رے اونٹ تیری کون سی کل سیدھی"!

آخری عرضداشت

مسلمانوں کا فرض ہے کہ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حکمت کو پیش نظر رکھیں جو آپ کے وجود مسعود کے ساتھ وابستہ تھی - جس کا ذکر گذشتہ چار فرضوں میں آچکا ہے اور اس کے احیاء میں سرگرداں و ساعی ہوں فقط یہی کافی نہیں کہ شیعہ حضرات کی طرح سال میں فقط ایک اس واقعے کی یاد تازہ کردی جائے اس دن کچھ کھلایا یا کھایا یا کچھ وعظ کرایا - بس ختم شد - بلکہ ہر کلمہ گو کا فرض ہے کہ سال کے بارہ مہینے اور ہر مہینے کے تیس دن اور ہر دن کے چوبیس گھنٹوں اور ہر گھنٹے کے ساٹھ منٹوں میں حکمت میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا حال بنائے - اور دوسرے بنی نوعِ انسان کو اس نعمت عظمیٰ کی شرکت کے لیے دعوت دیتا رہے - وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ

(باقی صفحہ ۱۱ پر)

پیغمبرِ اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پیام تمام اقوام کے نام

(از جناب مولانا احمد صاحب ایم اے فاضل دیوبند لکھنوی)

یَآاَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا

سورہ الاعراف رکوع ۲۰ پارہ ۹

اے اہل دنیا مَیں تم کو کسی طبقہ۔ قبیلہ۔ قوم۔ رنگ اور نسل کی طرف منسوب کرکے نہیں پکارتا کیونکہ تمام انسان جو اس روئے زمین پر آباد ہیں اور قیامت تک آباد ہوں گے میرے یکساں مخاطب ہیں۔ اور یہ میری خصوصیت ہے۔ کیونکہ مجھ سے پہلے انسانیت فرقوں۔ قبیلوں۔ نسلوں۔ قوموں اور وطنوں میں تقسیم ہو چکی تھی۔ اس لئے ہر مصلح اور نبی کی حیثیت مقامی تھی اور اس کی دعوت کسی قوم۔ ملک اور زمانہ سے مخصوص تھی لیکن میں کسی ہندی اوتار کی طرح صرف بھارت ورش کا بھلا کرنے یا کسی اسرائیلی رسول کی مانند محض بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کو راستہ دکھلانے کے لئے نہیں بھیجا گیا تھا۔ بلکہ میرا مقصد پوری انسانیت کے بکھرے ہوئے موتیوں کو وحدت کی لڑی میں پرونا اور تمام انسانوں کو بلا امتیاز صراط مستقیم پر چلانا تھا۔ تاکہ ایک ایسا عالمگیر نظام قائم ہو جس میں ایک ہی دین اور ایک ہی حکومت ہو۔ میرے ہی دامن میں تمام اقوامِ عالم کو پناہ مل سکتی ہے۔ میری مثال اس بحر بے پایاں کی سی ہے جس میں گر کر تمام دریا ایک ہو جاتے ہیں میں تمام کائنات کے لئے امن اور رحمت کا پیغام لایا۔ اس لئے رحمۃ العالمین کہلایا۔ یہی منصب میری امت کا ہے جو میری جانشین ہے۔ اس کا کام صرف اپنے آپ کو نہیں بلکہ تمام انسانوں کو فائدہ پہنچانا اور راہ راست پر لانا ہے۔

(کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ ط) سورہ آل عمران رکوع ۱۲ پارہ ۴

ترجمہ۔ تم بہترین امت ہو جو تمام لوگوں کے لئے نکالی گئی۔ تم نیکی کا حکم کرتے ہوتے ہو اور بدی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان لاتے ہو۔

چونکہ انبیاء سابقین وقتی اور مقامی حیثیت رکھتے تھے۔ اس لئے ان کے معجزے بھی وقتی تھے۔ جن کا کوئی اثر باقی نہیں ہے اور ان کی کتابیں بھی ناپید ہیں لیکن مَیں رہتی دنیا تک کے لئے ایک عالمگیر نبی ہوں۔ اور میرے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔ اس لئے مجھے ایک دائمی معجزہ یعنی قرآن دیا گیا۔ جس کا محافظ خود اللہ تعالےٰ ہے اور جس کا مثیل قیامت تک نہیں ہو سکتا۔

مجھ سے پہلے دنیا میں انسانی وحدت کا کوئی تصوّر نہیں تھا۔ ہر تہذیب و تمدن کا شیرازہ پارہ پارہ ہو چکا تھا۔ ظلم و ستم۔ جور و استبداد اور فتنہ و فساد کا دور دورہ تھا۔ انسان وحشیانہ زندگی بسر کرتا تھا۔ اس پر نہ قانون کی پابندی تھی نہ فرائض کی ذمہ داری۔ امنِ عالم کا خاتمہ ہو چکا تھا۔ اور انسانیت آگ کے گڑھے کے کنارے کھڑی ہوئی تھی۔ اور قریب تھا کہ اس میں گر کر خاکستر ہو جائے۔ کوئی اس کو بچانے والا نہیں تھا۔ کسی مروّجہ مذاہب ہی اس تباہی کا باعث تھے۔ مذہبی پیشوا خالق اور مخلوق کے درمیان حائل تھے۔ احبار۔ رہبان۔ ربّی۔ پادری۔ مُغ۔ بھکشو۔ پنڈت برہمن "اربابٌ مِنْ دُوْنِ اللّٰہ" بنے ہوئے تھے۔ یہ انسان کے دل و دماغ پر مسلّط تھے اور انہوں نے مذاہب کو خرافات اور دیو مالا میں تبدیل کر کے عقل سے بے تعلق کر دیا تھا۔ اور اپنا اقتدار قائم رکھنے کے لئے ذہنی ترقی کی تمام راہیں بند کر دی تھیں۔ ہر گروہ نے اپنے لئے جداگانہ معبود بنا رکھے تھے۔ جس کی وجہ سے اتحاد ناممکن تھا۔ مَیں نے دنیا کو پہلا درس یہ دیا کہ تمام کائنات کا خالق اور مالک اور رب ایک ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ اور ساری مخلوق اس کا کنبہ ہے۔ کَانَ النَّاسُ اُمَّۃً وَّاحِدَۃً (سورہ البقرہ رکوع ۲۶ پارہ ۲) تمام انسان ایک قوم ہیں۔ اَلْخَلْقُ عِیَالُ اللّٰہِ (الحدیث) تمام خلق اللہ کا کنبہ ہے۔ لہٰذا رنگ۔ نسل۔ وطن۔ زبان اور پیشہ وغیرہ کے فرق کی بنا پر کوئی اعلیٰ یا ادنیٰ نہیں ہو سکتا۔ جس کا اخلاق جتنا بلند ہوگا۔ اتنا ہی وہ اپنے خالق کے نزدیک عزت و عظمت کا مستحق ہوگا۔ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ۔ سورہ الحجرات رکوع ۲ پارہ ۲۶۔

اور اللہ کی نظر میں سب سے زیادہ محبوب وہ ہے جو اس کے کنبہ کو سب سے زیادہ نفع پہنچائے۔ خَیْرُ النَّاسِ مَنْ یَّنْفَعُ النَّاسَ (الحدیث) اس طرح مَیں نے آپس کے افتراق اور عداوت اور جنگ و جدال کا دروازہ بند کر دیا۔ اور ایک عالمگیر برادری قائم کر دی جس میں ہر انسان دوسرے کا ہمدرد اور اس کے حقوق کا محافظ ہے۔ اور سب کے حقوق مساوی ہیں۔ اور کسی کے خلاف کوئی امتیاز نہیں برتا جا سکتا۔ پیدائش۔ پیشہ۔ وطن۔ خاندان۔ زبان اور رنگ عزت اور ذلت کا معیار نہیں ہیں۔ اس جمہوری مساوات کی نظیر چشم فلک نے کبھی نہیں دیکھی اور بیسویں صدی کی اقوام بھی تہذیب و تمدن اور حریت و جمہوریت کے بلند بانگ دعووں کے باوجود اس سے نا آشنا ہیں۔ آج یورپ اور امریکہ کی گوری قومیں سیاہ فام لوگوں کو انسانی سلوک کا بھی مستحق نہیں سمجھتیں۔ لیکن میں نے اب سے چودہ سو برس قبل ایک غلام زیدؓ کو امیرِ فوج مقرر کیا اور بلال حبشیؓ سے کعبہ میں اذان دلوائی تو کسی بڑے سے بڑے قریشی سردار کو اعتراض کی مجال نہ ہوئی۔ حالانکہ بعض ملکوں میں عبادت خانوں کے دروازے اچھوتوں کے لئے بند تھے۔ مَیں نے سلمان فارسیؓ کو اپنے گھر کا آدمی سمجھا۔ مَیں انسان کی غلامی کا تصوّر بھی نہیں کر سکتا تھا۔ میرے نزدیک انسان آزاد پیدا ہوتا ہے۔ لیکن شرک۔ کفر۔ جہالت۔ ضلالت اور توہّم کی خود ساختہ زنجیروں میں جکڑ جاتا ہے۔ ایک انسان دوسرے انسانوں کو غلام بناتا ہے۔ مَیں نے ذہنی اور جسمانی غلامی کا انسداد کیا۔ اور لا الٰہ الا اللہ کا نعرہ بلند کر کے اعلان کیا کہ حاکم صرف اللہ تعالےٰ ہے۔ وہی اپنی مخلوق پر حکومت کرنے اور اس کے لئے قانون بنانے کا اہل ہے۔ کسی انسان کو دوسرے انسانوں

پر حکومت کرنے کا حق نہیں ہے۔ کوئی طاقتور کسی کمزور کو زیر کرنے کا مجاز نہیں ہے۔ اسلامی معاشرہ میں امیر یا حاکم اپنا حکم نہیں بلکہ اللہ کا حکم نافذ کرتا ہے۔ اس کو دوسرے مسلمانوں سے زیادہ حقوق حاصل نہیں ہوتے۔ اگر وہ قانونِ الٰہی کی خلاف ورزی کرے تو اس کی اطاعت جائز نہیں اور قوم اس کو برطرف کرسکتی ہے۔ میں نے اپنے لئے بھی شہنشاہ کا خطاب پسند نہیں کیا۔ اور اپنے آپ کو اللہ کا بندہ اور رسول ہی کہلوایا۔ اسلامی نظام میں قیصریت اور سلب و نسب کی مطلق گنجائش نہیں ہے۔ اس میں شاہ اور گدا۔ قوی اور ضعیف۔ مالک اور مملوک اور امیر اور فقیر ایک سطح پر ہیں۔ اور عدالت کی نگاہ میں برابر۔ میں نے یہ کہکر روحانیت کو جمہوری کر دیا کہ جنّت اس کے لئے ہے جو اللہ کا فرمانبردار ہو۔ خواہ وہ حبشی ہو اور جہنّم اس کے لئے ہے جو اللہ کا نافرمان ہو۔ اللہ کا نافرمان ہو خواہ وہ قریشی ہاشمی ہو۔ اللہ کے نزدیک انسانوں کی مصنوعی تفریق کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ میں نے حج وداع میں منادی کر دی کہ "اے انسانو۔ تم سب آدمؑ کی اولاد ہو اور آدمؑ مٹی سے بنا تھا۔ عربی اور عجمی محض عربی اور عجمی ہونے کی بنا پر ایک دوسرے سے افضل نہیں ہیں۔ اور آج میں تمام امتیازات کو اپنے قدموں سے روندتا ہوں۔ تمہاری جان مال اور عزّت ایک دوسرے پر حرام ہیں۔" اگر میری اس وصیّت کو ملحوظ رکھا جائے تو کوئی فتنہ باقی نہ رہے اور دُنیا بہشت کا نمونہ بن جائے۔

میں نے صرف زبانی تعلیم نہیں دی بلکہ اس کا عملی نمونہ بھی پیش کیا۔ میں خود غیر منصوص سیاسی اور تمدّنی امور میں اپنے اصحاب سے بکثرت مشورہ کرتا تھا۔ اور وہ آزادی سے رائے دیتے تھے۔ اور میں بسا اوقات ان کی رائے سے اتفاق کرتا تھا۔ میری نظر میں مالدار و نادار۔ صغیر و کبیر۔ آزاد اور غلام۔ کالے اور گورے سب برابر تھے۔ مجلس میں جو چیز آتی تھی ہمیشہ دائیں طرف سے تقسیم ہوتی تھی اور اس میں کسی کی شخصیت کا لحاظ نہیں کیا جاتا تھا۔ میں اپنے آپ کو ممتاز بنانا گوارا نہیں کرتا تھا۔ صحابہؓ کے ساتھ اس طرح بیٹھتا تھا کہ اجنبی مجھے پہچان نہیں سکتا تھا۔ مجمع میں جہاں جگہ ملتی وہیں بیٹھ جاتا تھا۔ جب صحابہؓ مل کر کوئی کام کرتے تھے تو میں بھی مزدور کی طرح ان کا ساتھ دیتا تھا۔ اور اکثر گھٹیا کام اپنے ذمہ لیتا تھا۔ ایک بار انہوں نے مل کر کھانا تیار کیا تو میں لکڑیاں چُن کر لایا۔ ایک دفعہ مسجد کی تعمیر کیلئے میں نے اینٹیں ڈھوئیں۔

مجھے دُنیوی اقتدار بھی حاصل ہُوا لیکن میں نے اسے اپنے عیش و عشرت کا ذریعہ نہیں بنایا۔ اور اپنی سادہ اور درویشانہ زندگی میں کوئی فرق نہ آنے دیا۔ جب میں تمام عرب کا حکمران تھا تو میرے مکان میں کھرّی چارپائی اور مشکیزہ کے سوا کوئی سامان نہ تھا۔ میں پیوند لگے کپڑے پہنتا تھا اور کئی کئی وقت فاقہ کرتا تھا۔ گھر میں کئی کئی دن چُولھا نہیں جلتا تھا۔ میں اپنا کام خود کرنے میں عار نہیں سمجھتا تھا۔ گھر میں جھاڑو دیتا تھا۔ بکریوں کو دوہتا تھا۔ ٹُوٹے ہُوئے جُوتوں کی مرمت کرتا تھا۔ پھٹے ہُوئے کپڑے سیتا تھا۔ بازار سے سودا خریدتا تھا۔ اس طرح حقیر سے حقیر پیشہ باعزّت ہوگیا اور میں نے اپنے عمل سے ثابت کر دیا کہ کسب کرنے والا اللہ کا محبوب ہے۔ میں غلاموں اور مسکینوں کے ساتھ کھانا کھاتا تھا اور غریب سے غریب مریض کی عیادت کرتا تھا۔ میں نے مسکینوں کی عزّت افزائی کے لئے دُعا کی کہ یااللہ مجھے زندگی میں مسکین بنا اور مسکینوں کے ساتھ میرا حشر کر۔ میں ہمیشہ دُنیوی جاہ و ثروت و حکومت سے بے نیاز رہا۔ کفار نے مجھے ان چیزوں کا لالچ دیا لیکن میں نے توجہ نہ کی۔ کیونکہ میرے دل میں خدا کے سوا کسی کا خوف نہیں تھا۔ اور میں کسی بڑی سے بڑی طاقت سے مرعوب نہیں ہوسکتا تھا۔ میں عالمگیر اخوّت و مساوات اور حریتِ فکر کا قائل تھا۔ شخصیت پرستی کو شرک تصوّر کرتا تھا۔ اور صرف تقوے اور تقدس کی قدر کرتا تھا۔ میری وفات کے وقت گھر میں چراغ جلانے کے لئے تیل بھی نہ تھا۔ اور زرہ ایک یہودی کے پاس رہن رکھی ہوئی تھی۔

میں نے اپنی تعلیم کی بنیاد توحید پر رکھی کیونکہ وحدتِ معبود کے بغیر وحدتِ انسانی کا تصوّر ناممکن ہے۔ میں نے دُنیا کو سب سے پہلے توحید کا پیغام سُنایا۔ اور بتایا کہ شرک سب سے بڑا ظلم اور تمام گناہوں کی جڑ ہے۔ انسان جب تک مختلف معبودوں کے سامنے جُھکتے ہیں ان میں منافرت رہتی ہے۔ اور وہ ایک دوسرے کے بھائی نہیں بن سکتے۔ توحیدِ الٰہی کا لازمی نتیجہ اتحادِ انسانی ہے۔ میں نے بت پرستی کی ممانعت کی۔ اور خدائے واحد کی عبادت کی تلقین کی۔ میرا نظریۂ توحید اتنا بلند اور خالص ہے کہ اس کے بموجب صرف مٹی اور پتھر اور کاغذ کے پتلے نہیں بلکہ گوشت پوست کے انسان بھی اگر خدا کے مقابلہ میں مطاع بن جائیں تو بُتوں کے حکم میں ہیں۔ چنانچہ میں نے اہلِ کتاب پر شرک کا الزام لگایا کیونکہ اُنہوں نے اپنے احبار اور رہبان کو اگرچہ زبان سے خدا نہ کہا تھا لیکن خدا کی طرح مطاع مان لیا تھا۔

(اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ) سورہ التوبہ رکوع ۵ پارہ ۱۰

ترجمہ اُنہوں نے اللہ کو چھوڑ کر
اپنے عالموں اور راہبوں کو رب
مان لیا۔

اسی طرح جو شخص خدا کے مقابلہ میں اپنے نفس کی اطاعت کرتا ہے وہ گویا اپنے نفس کو معبود اور بُت بناتا ہے۔

(اَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ ط

سورہ الفرقان رکوع ۴ پارہ ۱۹

ترجمہ۔ کیا تم نے اس شخص کو
دیکھا جس نے اپنی خواہش کو اپنا
معبود بنا لیا۔

مجھ پر توحید الٰہی اس قدر غالب تھی کہ میری نظر ہر وقت اور ہر حال میں خدا پر تھی اور ہر لمحہ مجھے اس کا قرب حاصل تھا۔ جس کی وجہ سے میرا ہر کام یہاں تک کہ مرنا اور جینا بھی اسی کے لئے تھا۔

(اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْيَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ لَاشَرِيْكَ لَهٗ ج وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ ۝

سورہ الانعام رکوع ۲۰ پارہ ۸

ترجمہ۔ بیشک میری نماز اور میری
عبادت اور میری زندگی اور میری
موت جہانوں کے پروردگار اللہ کے

لئے ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں
ہے۔ اور اسی کا مجھے حکم دیا گیا
ہے۔ اور میں اطاعت کرنے والوں
میں اوّل ہوں۔

یہی سبب تھا کہ بڑے سے بڑے خطرہ میں میرے اوسان خطا نہیں ہوتے تھے اور مجھے اطمینان قلب حاصل رہتا تھا۔ چنانچہ جب میں اور ابوبکرؓ غار ثور میں پناہ گیر تھے اور دشمن غار کے دہانہ تک آ پہنچے اور کوئی چیز ان کو اندر آنے سے روکنے والی نہیں تھی۔ اور ابوبکرؓ نے یہ صورتِ حال دیکھ کر اندیشہ ظاہر کیا تو میں نے یہ کہکر اُسے تسلّی دی۔

(لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا)

سورہ التوبہ رکوع ۶ پارہ ۱۰

غم نہ کرو۔ بے شک اللہ ہمارے
ساتھ ہے۔

ایسی بات وہی شخص کہہ سکتا ہے جو از سرتا پا اللہ کے رنگ میں رنگا ہُوا ہو۔ اور اپنی رُوحانی آنکھ سے ہروقت اس کو دیکھتا ہو۔

ایک دفعہ مجھے تنہا پاکر ایک دشمن تلوار لئے ہُوئے میرے سر پر کھڑا ہوگیا اور بولا کہ "اب تم کو مجھ سے کون بچا سکتا ہے؟" میری جگہ کوئی اور ہوتا تو ڈر کے مارے نیم جان ہو جاتا اور اس کی خوشامد کرتا۔ لیکن میں نے کامل اطمینان سے جواب دیا کہ "اللہ مجھے بچا سکتا ہے۔" یہ سُن کر وہ گھبرا گیا اور تلوار اُس کے ہاتھ سے گر پڑی۔

در اصل اگر کوئی بے تعصبی اور انصاف سے غور کرے تو میری زندگی کا ہر واقعہ میری صداقت کا ثبوت ہے۔ منصبِ نبوّت ملنے سے پہلے بھی میری زندگی انتہائی پاکیزہ تھی۔ چنانچہ جب قوم نے میرے دعوے کی تکذیب کی تو میں نے اتمامِ حجّت کے طور پر ان سے کہا کہ لَبِثْتُ فِیْکُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِہٖ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ

سورہ یونس رکوع ۲ پارہ ۱۱

اس سے قبل میں ایک عمر تم میں
بسر کرچکا ہوں۔ کیا تم نہیں سمجھتے۔

جب تم میری صداقت۔ امانت۔ دیانت۔ عفّت اور جملہ اوصافِ حسنہ کے معترف ہو تو اب کس بنا پر میرے دعوے کو تسلیم کرنے میں تامّل کرتے ہو۔ مخالفوں کے پاس اس کا کوئی جواب نہ تھا۔ وہ میرے دعوے کے منکر ہونے کے باوجود میری سچائی کے قائل نہ تھے۔

جب میں نے کفر و شرک کی فضا میں معبودانِ باطل کے خلاف آواز اُٹھائی اور توحید کا علم بلند کیا۔ تو تمام طاغوتی طاقتیں اوچھے ہتھیاروں سے مسلح ہوکر حق کو مٹانے کے لئے میدان میں آگئیں تاکہ ہدایت کی راہیں بند کر دیں۔ نورِ خدا کو بُجھا دیں۔ بندوں کو معبود حقیقی سے منحرف کر دیں اور عقل و بصیرت اور غور و فکر سے کام لینے کا موقع نہ دیں اور ضلالت کی تاریکی میں بھٹکتا ہُوا چھوڑ دیں۔ کسی نبی کو اتنی اذیّت نہیں پہنچائی گئی جتنی مجھے اور میرے صحابہؓ کو پہنچائی گئی۔ اپنے بھی پرائے ہوگئے۔ مجھے گالیاں دی گئیں مقاطعہ کیا گیا۔ قتل کی سازشیں کی گئیں۔ پتھروں سے زخمی کیا گیا۔ پشت پر نجاست ڈالی گئی۔ گلے میں پھندا ڈال کر گھسیٹا گیا۔ ایک گھاٹی میں کئی برس کیلئے قید کیا گیا۔ ساحر اور مجنون کہا گیا۔ ترکِ وطن پر مجبور کیا گیا۔ پردیس میں بھی اطمینان سے بیٹھنے نہ دیا گیا۔ اور بار بار فوجکشی کی گئی۔ لات و عزّیٰ کے پجاری فرزندانِ توحید کے مٹانے پر تُل گئے۔ اور ان پر ظلم و ستم کے ایسے پہاڑ توڑنے لگے جن کو دیکھ کر تپتے ہوئے صحراؤں کے ذرّے بھی لرزنے اور خون کے آنسو رونے لگے۔ لیکن ان سنگدلوں پر اثر نہ ہُوا۔ ان کے سیاہ قلوب بغض و تعصب کے آتشکدے بنے ہُوئے تھے۔ اور وہ اپنے تمام ساز و سامان سے آراستہ ہوکر دینِ حق کی بیخکنی پر کمربستہ تھے میں اور میرے صحابہؓ اللہ کی راہ میں خوشی سے ان مصائب و شدائد کو برداشت کر رہے تھے۔ اور نصرتِ الٰہی کے منتظر تھے۔ کیونکہ وہ خدائے بزرگ و برتر جس نے مجھے صداقت و ہدایت کی امانت دے کر تمام انسانوں کے لئے مبعوث کیا تھا۔ مجھ سے وعدہ کر رہا تھا کہ ھُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ ط

سورہ الفتح رکوع ۴ پارہ ۲۶

اللہ ہی وہ ہے جس نے اپنے
رسولؐ کو ہدایت اور دین حق دیکر
بھیجا تاکہ اس کو سب دینوں پر
غالب کر دے۔

یُرِیْدُوْنَ لِیُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰہِ بِاَفْوَاھِھِمْ وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوْرِہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْکَافِرُوْنَ ۝

یہ اللہ کی روشنی کو اپنی پھونکوں
سے بُجھانا چاہتے ہیں۔ حالانکہ
اللہ اپنی روشنی کو کامل کریگا۔ چاہے
کافر ناپسند کریں۔

سورہ الصف رکوع ۱ پارہ ۲۸

وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ

سورہ المائدہ رکوع ۱۰ پارہ ۶

اور اللہ تم کو لوگوں (کے شر)
سے بچائے گا

(باقی آئندہ)

(بقیہ صفحہ ۱۴ سے آگے)

الْمُبِیْنُ۔ وَاللّٰہُ الْمُوْفِقُ وَالْمُعِیْنُ آمِیْنَ یَا اِلٰہَ الْعَالَمِیْنَ ط

موجودہ مجالس ہائے میلاد

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت یا مناقب کا ذکر خیر موجب نزول رحمت الٰہیہ ہے۔ اس سے کسی مسلمان کو انکار نہیں ہوسکتا اور ایسی مجالس متبرکہ کا انعقاد جب کوئی چاہے کرسکتا ہے ان مجالس میں ایسے علماء باخبر کو بلایا جائے جن کے دلوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا عشق ہو اور آپ کے اتباع سے ان کے اقوال و افعال صورت و سیرت رنگی ہوئی ہو تاکہ ان کی زبان میں تاثیر ہو اور سننے والوں پر بھی اثر ہو۔ ایسی مجالس کے لیے نہ تعیّن تاریخ کی ضرورت ہے نہ تکلفاتِ روشنی اور نہ سامان خورد و نوش کی احتیاج۔

موجودہ مجالسِ میلاد میں مندرجہ ذیل نقائص پائے جاتے ہیں

۱۔ بجائے علماء ربانی کے عموماً خوش الحان نعت خواں بلائے جاتے ہیں۔

۲۔ نعت خواں عموماً جاہل، بے دین، داڑھی منڈے، بے نماز غیبت کرنے والے جھوٹ بولنے والے ہیں لیکن ان کی خوش آوازی کے باعث انہیں اس مجلسِ مبارک کا روحِ رواں بنایا جاتا ہے

۳۔ نعتیں عموماً جاہلوں کی کہی ہوئی ہوتی ہیں جن میں شریعت محمدیہ کے قواعد و ضوابط کا لحاظ نہیں رکھا جاتا۔ مثلاً ایک نعت کا ایک شعر بطور نمونہ مشاہدہ ہو۔

شریعت کا ڈر ہے نہیں صاف کہہ دوں
خدا خود رسولِ خدا بن کے آیا

باقی صفحہ ۲۰ پر

قدیم و جدید شاگردوں کا موازنہ

(از جناب قاضی عبدالحفیظ صاحب مبارک پوری ٹیچر کالونی مڈل سکول رحیم یار خان)

پاک رکھ اپنی زباں تلمیذِ رحمانی ہے تُو
ہو نہ جائے دیکھنا تیری صدا بے آبرُو

تجربات اور مشاہدات شاہد ہیں کہ اس دُنیائے دُنی میں اور اس ناسازگار ماحول میں ویسے تو کسی اللہ والے کی عزّت و حرمت محفوظ و مامون نہیں۔ خواہ علماء کرام ہوں یا صوفیائے عظام سب کو ایک ہی لاٹھی سے ہانکا جا رہا ہے۔ مگر خاص طور پر اُستاد کا وقار اور احترام سخت خطرہ میں ہے۔ اُستاد کی آبرو کو نیست و نابود کیا جا رہا ہے۔ یہ راز کسی سے مخفی نہیں کہ اُستاد کی تمکین کو خاک میں ملانے اور آبرو کو بٹہ لگانے میں عوام بالعموم اور شاگرد بالخصوص حصہ لے رہے ہیں۔ اور اُستاد کی بے حرمتی اور بے عزّتی الم نشرح کرتے ہیں۔ یہ امر روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ کسی شخص کا جب وقار ختم ہوتا ہے تو اس کے اعزّہ و اقارب کی وساطت سے ہوتا ہے۔ پہلے پہل گھر کے افراد اُس کا وقار . . . ختم کر دیتے ہیں تو پھر بعد میں عوام تقلید کرتے ہوئے اس کی عزت کو خاک میں ملا دیتے ہیں۔ بعینہٖ اسی طرح استاد اور شاگرد روزانہ چھ گھنٹے سکول میں باہم متفق ہوکر گزارتے ہیں۔ گویا سکول ایک گھر کی مانند ہے اور اُستاد صاحبان مشفق و محسن والدین ہیں۔ اگر شاگرد ایک گھر (سکول) کے افراد ہوکر اپنے مکرم و معظّم اُستادوں کی قدر و منزلت نہیں کریں گے تو باقی کیونکر کریں گے۔ آج کل کے شاگرد اس قدر اہلِ غرض ہیں کہ سکول میں ہی اُستاد کی ظاہری چرب زبانی کر لینے کو اپنے حقوق کی تکمیل سمجھتے ہیں۔ اور سکول کے بند ہوتے یا سکول کو خیرباد کہنے کے بعد اُستاد کو اُستاد نہیں سمجھتے۔ بلکہ اس کو غیر اور اجنبی سمجھتے ہیں۔ اس کی خدمت کرنا تو درکنار سلام کرنا بھی اپنی ہتک سمجھتے ہیں۔ اُستاد اگر سامنے آ جائے تو اعراض اور پہلوتہی کرتے ہوئے کنارہ کش ہو جاتے ہیں۔ یا بصورتِ دیگر اپنا چہرہ چھپا لیتے ہیں۔ تاکہ اُستاد پہچان نہ سکے۔ اگر اُستاد کسی لڑکے کو پڑھائی میں بے توجہی برتنے پر جائز سرزنش یا گوشمالی کر دیتا ہے۔ تو لڑکے گھر جاکر شکایت کرتے ہیں۔ اور اُن کے والدین اُستاد کے ساتھ بلا تامّل مقابلہ کرنے پر تُل جاتے ہیں۔ اُن کی بے حُرمتی اور بے عزّتی کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کرتے اور اُنہیں سبّ و شتم کا نشانہ بنانے میں کوئی کسر اُٹھا نہیں رکھتے۔ والدین کے ان مظالم سے اساتذہ کرام کی دل شکنی ہوتی ہے۔ اور وہ ستم رسیدہ، پژمُردہ اور افسردہ خاطر ہو جاتے ہیں۔ ان کی طبیعت کا ملال نتیجہ خیز ہوتا ہے۔ اور اس کا اثر شاگردوں پر پڑتا ہے۔ ان کی ذات پر کیچڑ اُچھالنے والوں کو ناقابلِ تلافی خسارہ ہوتا ہے۔ اور وہ مفلوک الحال ہوکر ذلیل و خوار ہو جاتے ہیں۔ مَیں زیادہ بحث و تمحیص میں نہیں پڑنا چاہتا۔ کیونکہ اندیشہ ہے کہ میرا اصل موضوع خبط نہ ہو جائے۔ یہ ہے دورِ جدید کے ناخلف شاگردوں کے حالات کا اجمالی نقشہ۔ اب دورِ قدیم کے باحیا فرمانبردار شاگردوں کے متعلق چند واقعات پیش کرتا ہوں۔ تاکہ اس زمانہ کے طالب علم ان واقعات کو پڑھ کر مطیع، فرمانبردار، اطاعت شعار اور تابع فرمان بن جائیں۔

۱۔ واقعہ

قاضی عبداللہ گیلانیؒ ایک دانا عالم تھے۔ سلطان محمود غزنوی نے اسے اپنے بیٹوں کی تعلیم و تربیت کے لئے مامور کیا۔ اور شاہزادوں کو حکم دیا کہ اُستاد کی حد سے زیادہ تعظیم و تکریم کریں اور ان کے احکام کی تعمیل کریں۔

قاضی صاحب جب دسترخوان پر کھانا تناول فرمانے بیٹھتے تو شاہزادوں کو حکم دیتے کہ نوکروں کی طرح ایک تو پانی کا پیالہ پکڑے کھڑا رہے۔ اور دوسرا تولیہ لئے۔ جب تک کھانا نہ کھایا جائے اس حکم کی تعمیل کریں۔ شاہزادے اس ذلّت، تذلیل اور توہین کو برداشت نہ کر سکے۔ مجبور ہوکر اُنہوں نے ایک روز اپنے باپ سے قاضی کی شکایت کی۔ کہ ہمیں قاضی صاحب کی خدمت میں غلاموں کی طرح کھڑا رہنا پڑتا ہے۔ اور قاضی صاحب ہمیں غلام تصوّر کرتے ہیں۔ محمود غزنوی نے جب بیٹوں کی زبانی قاضی صاحب کی سختی سُنی تو آپے سے باہر ہو گیا۔ اور قاضی صاحب سے کہا کہ میرے بیٹے تیرے شاگرد ہیں۔ غلام نہیں ہیں۔ یہ کہاں کی زیرکی اور عقلمندی ہے۔ کہ شاہزادوں کو غلام سمجھا جائے۔ قاضی صاحب نے جواب میں کہا۔ بادشاہ سلامت! آپ نے شاہزادوں کو اخلاق و آداب کے سیکھنے کے لئے میرے سپرد کیا ہے۔ مَیں خُوب اچھی طرح جانتا ہوں کہ وہ سلطان کے بیٹے ہیں۔ ہزاروں ان کے نوکر چاکر اور خدمتگار ہیں۔ ایک دن وہ سلطنت کے مرتبے پر پہنچیں گے۔ مَیں انہیں سبق سکھا رہا ہوں کہ جب وہ نعمتوں کے دسترخوان پر بیٹھیں تو خدمت میں کھڑے رہنے والوں کو نہ بھُولیں۔ اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کریں۔ بادشاہ کو قاضی صاحب کا جواب بہت پسند آیا۔ اُس سے معافی مانگی۔ اور شاہزادوں کو جھڑک کر پھر قاضی صاحب کے سپرد کر دیا۔

۲۔ حضرت میرزا مظہر جانجاناںؒ نے علمِ حدیث کی سند حضرت حاجی محمد افضلؒ سے حاصل کی تھی۔ میرزا صاحب کا بیان ہے کہ تحصیلِ علم سے فراغت پانے کے بعد حضرت حاجی صاحب نے اپنی کلاہ جو پندرہ برس تک آپ کے عمامہ کے نیچے رہ چکی تھی مجھے عنایت فرمائی۔ مَیں نے رات کے وقت گرم پانی میں وہ ٹوپی بھگو دی۔ صبح کے وقت وہ پانی املتاس کے شربت سے بھی زیادہ سیاہ ہو گیا تھا۔ مَیں اُس کو پی گیا۔ اس پانی کی برکت سے میرا دماغ ایسا روشن اور ذہن ایسا رسا ہو گیا کہ کوئی مشکل کتاب مشکل نہ رہی۔

۳۔ خلیفہ ہارون الرشید نے اپنے لڑکے مامون کو علم و ادب کی تعلیم کے لئے امام اصمعیؒ کے سپرد کر دیا تھا۔ ایک دن اتفاقاً ہارون وہاں جا پہنچے

باقی صفحہ ۲۰ پر

بچوں کا صفحہ

اللہ کے محبوب اور مبغوض بندے

(از جناب حاجی کمال الدین صاحب مدرس لاہور کارپوریشن)

عزیز بچو! آج کی فرصت میں ہم آپ کو یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اللہ پاک کے نزدیک کون کون سے بندے محبوب ہیں اور کون کون سے بندے ایسے جن پر اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہوتا ہے

حضورؐ کا ارشاد ہے کہ تین آدمی ایسے ہیں جن کو اللہ پاک محبوب رکھتے ہیں اور تین ایسے ہیں جن سے خدا تعالےٰ کو بغض ہے جن تین آدمیوں کو خدا تعالیٰ محبوب رکھتا ہے۔ اُن میں ایک تو وہ شخص ہے کہ کسی مجمع کے پاس کوئی سائل آیا اور محض اللہ کے واسطے سے ان سے کچھ سوال کرنے لگا۔ کوئی قرابت رشتہ داری (وغیرہ) اس سائل کی ان سے نہ تھی اور مجمع نے اُس سائل کو کچھ نہ دیا۔ اس مجمع میں سے ایک شخص اٹھا اور چپکے سے اس سائل کو کچھ دے دیا۔ جس کی خبر سوائے اللہ تعالےٰ کے یا اُس سائل کے اور کسی کو نہ ہوئی (تو یہ دینے والا شخص اللہ تعالےٰ کو بہت محبوب ہے) دوسرا وہ شخص ہے کہ ایک مجمع کہیں سفر میں جا رہا ہے۔ ساری رات چلنے کے بعد جب نیند کا ان پر اتنا غلبہ ہو جائے کہ وہ ہر چیز سے زیادہ محبوب بن گئی ہو تو وہ مجمع تھوڑی دیر کے لیے سونے لیٹ گیا لیکن ایک شخص اُن میں سے کھڑا ہوکر اللہ تعالےٰ کے سامنے گڑ گڑانے لگے اور قرآن پاک کی تلاوت شروع کر دے۔ تیسرا وہ شخص کہ کسی جماعت میں جہاد میں شریک تھا۔ وہ جماعت شکست کھا گئی۔ ان میں سے ایک شخص سینہ سپر ہوکر آگے بڑھا اور شہید ہوگیا یا غالب آگیا۔ اور وہ تین شخص جن سے اللہ تعالیٰ بغض رکھتے ہیں وہ یہ ہیں۔ ایک تو وہ جو بوڑھا ہوکر بھی زِنا میں مبتلا ہو۔ دوسرا وہ شخص جو فقیر ہوکر بھی تکبّر کرے۔ تیسرا وہ شخص جو مالدار ہوکر ظلم کرے۔ اِن چھ شخصوں کے متعلق اس قسم کے مضامین مختلف روایات میں وارد ہوئے ہیں۔ بعض روایات میں ان میں سے ایک شخص کو ذکر کیا ہے اور بعض میں ایک سے زائد کو ذکر کیا ہے۔ ایک حدیث میں ہے۔ کہ تین موقع ایسے ہیں جن میں بندہ کی دعا رَد نہیں کی جاتی یعنی ضرور قبول ہوتی ہے۔ ایک وہ شخص جو کسی جنگل میں ہو جہاں اس کو کوئی نہ دیکھتا ہو اور وہاں کھڑے ہوکر نماز پڑھنے لگے (اس وقت اس کی دعا ضرور قبول ہوگی) ایک وہ شخص جو کسی مجمع کے ساتھ جہاد میں ہو اور ساتھی بھاگ جائیں اور وہ اکیلا جما رہے۔ تیسرا وہ شخص جو آخری رات میں اللہ کے سامنے کھڑا ہو جائے جبکہ لوگ مزے کی نیند سوئے ہوئے ہوں

ایک حدیث میں ہے کہ تین آدمی ایسے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ قیامت میں نہ کلام کریں گے۔ نہ اُن کا تزکیہ کریں گے اور نہ اُن کی طرف (رحمت کی) نظر فرمائینگے اور اُن کے لیے دُکھ دینے والا عذاب ہوگا۔ ایک زانی جو بڑھاپے میں بھی اس بُری حرکت سے باز نہیں آتا دوسرا بادشاہ جو جھوٹ بولنا نہیں چھوڑتا تیسرا فقیر جو غرور تکبّر میں مست رہتا ہے (تزکیہ نہ کرنے کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان کو گناہوں سے پاک نہ کریں گے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اُن کی تعریف نہ کریں گے)

ایک اور حدیث میں اسی قسم کا مضمون ہے کہ تین شخص ایسے ہیں جن کی طرف حق تعالیٰ شانہٗ قیامت میں (رحمت کی) نظر نہ کریں گے اور ان کے لیے دُکھ دینے والا سخت عذاب ہوگا۔ ایک ادھیڑ عمر کا شخص زنا کرنے والا۔ دوسرا متکبّر فقیر۔ تیسرا وہ شخص جو خرید و فروخت میں ہر وقت قسم کھاتا رہے۔ جو خریدے قسم کھا کر خریدے اور جب فروخت کرے تب بھی قسمیں کھا کر بیچے یعنی بات بات پہ ضرورت بے ضرورت بار بار قسمیں کھاتا ہو (کہ یہ اللہ پاک کی عالی شان کی بے ادبی ہے) ایک اور حدیث کے الفاظ یہ ہیں کہ تین شخصوں کی طرف کل کو (قیامت کے دن) حق تعالیٰ شانہٗ نظر نہ کریں گے۔ ایک تو بوڑھا زانی دوسرے وہ شخص جو قسموں کو اپنی پُونجی بنائے کہ ہر حق ناحق پر قسم کھاتا ہو۔ تیسرے متکبر فقیر جو اکڑتا ہو

ایک اور حدیث میں یوں ارشاد ہے کہ تین شخصوں کو حق تعالیٰ شانہٗ محبوب رکھتے ہیں۔ اور تین شخصوں کو مبغوض رکھتے ہیں۔ جن کو محبوب رکھتے ہیں اُن میں سے ایک وہ شخص ہے۔ جو کسی جماعت کے ساتھ جہاد میں شریک ہو اور دشمن کے سامنے سینہ تان کر کھڑا ہو جائے یہاں تک کہ فتح ہو جائے یا شہید ہو جائے دوسرا وہ شخص جو کسی جماعت کے ساتھ سفر کر رہا ہو اور جب رات کا بہت سا حصہ گزر جائے اور وہ جماعت تھوڑی دیر آرام لینے کے لیے لیٹ جائے تو یہ کھڑا ہوکر نماز پڑھنے لگے یہاں تک کہ تھوڑی دیر میں ساتھیوں کو آگے چلنے کے لیے جگا دے (یعنی خود ذرا بھی نہ سوئے) تیسرا وہ شخص جس کا پڑوسی اس کو ستاتا ہو اور وہ اس کی اذیت پہ صبر کرے یہاں تک کہ موت سے یا سفر وغیرہ سے اس میں اور اس کے پڑوسی میں جدائی ہو جائے (یعنی یہ کہ جب تک اس کا پڑوسی باقی رہے مسلسل صبر کرتا رہے) اور تین شخص جن کو اللہ تعالیٰ شانہٗ مبغوض رکھتے ہیں وہ یہ ہیں۔ ایک تو قسمیں کھانے والا تاجر دوسرا متکبر فقیر تیسرا وہ بخیل جو صدقہ کرکے احسان جتاتا ہو الغرض اس قسم کے مضامین مختلف احادیث میں وارد ہیں۔ نمونہ کے طور پر یہی کافی ہیں خدا تعالےٰ شانہٗ ہم سب کو عمل کی توفیق بخشے۔

ایڈیٹر
عبدالمنان
چوہان

شرح چندہ
سالانہ بارہ روپے ۔ ششماہی ۔ سات روپے
سہ ماہی تین روپے آٹھ آنے

منظور شدہ
محکمہ جات تعلیم و جیل
مغربی پاکستان

رجسٹرڈ ایل
نمبر ۶۰۴۷

بقیہ صفحہ ۸ شاگردوں کا موازنہ

کہ امام اصمعیؒ اپنے پاؤں دھو رہے ہیں اور شاہزادہ پاؤں پہ پانی ڈال رہا ہے۔ ہارون صاحب بڑے خفا ہوئے اور فرمایا کہ میں نے تو اس کو آپ کے پاس اس لئے بھیجا تھا کہ آپ اس کو ادب سکھائیں گے۔ آپ نے شاہزادہ کو یہ حکم کیوں نہیں فرمایا کہ ایک ہاتھ سے پانی گرائے اور دوسرے ہاتھ سے آپ کے پاؤں دھوئے۔ سبحان اللہ کس قدر حق شناسی اور فرض شناسی کا ثبوت دیا۔

آپ نے قدیم و جدید دور کے شاگردوں کا موازنہ ملاحظہ کیا۔ آپ خود انصاف کریں کہ جدید دور کے شاگردوں میں قدیم دور کے شاگردوں کی نسبت کس قدر ادب، تہذیب اور شائستگی کی کمی ہے۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ اول الذکر میں ادب و تہذیب بالکل مفقود ہیں۔ ان کو چاہیے کہ اساتذہ کرام کے سامنے زانوئے ادب ٹیک کر تلمذ کا شرف حاصل کریں۔ میں بسا اوقات اپنے ذاتی تین اصول اپنے کالونی کے متعلمین کو بتایا کرتا ہوں دوسرے متعلمین بھی پڑھ لیں۔

(۱) اُستاد کی عزت اور خدمت کو مقدم سمجھیں (۲) ہمیشہ سچ بولیں (۳) پڑھائی کے وقت اِدھر اُدھر مت دیکھیں بلکہ متوجہ ہو کر اور حضوریِ قلب سے سبق سنیں۔ علاوہ ازیں تمام متعلمین کا اہم اور اولین فرض ہے کہ وہ معلمین کا ادب کر کے دُعاؤں کے طالب رہیں۔ اور مذکورہ بالا میرے تین اصولوں پر عمل پیرا ہوں۔ انشاء اللہ کبھی ان کو مصائب سے دوچار نہیں ہونا پڑے گا۔ اور قطعاً رسوائی نہیں ہو گی۔ ان کے لئے صحیح تربیت گاہ مدرسہ ہے۔ جہاں سے ان کو ایثار، وفا، ہمدردی، خیر خواہی اور خیر سگالی جیسے اوصافِ حمیدہ حاصل ہو سکتے ہیں۔

یہ فیضان نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسماعیلؑ کو آدابِ فرزندی

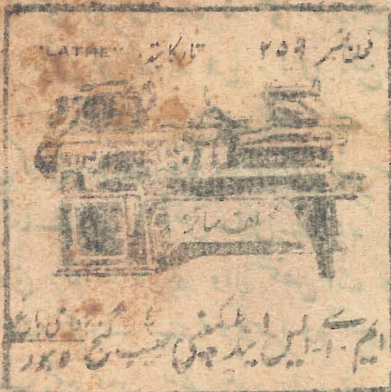
بقیہ میلاد النبی صفحہ ۱۶

۴۔ ایسی مجالس کے انعقاد کے وقت ضرورت سے زائد روشنی کا اہتمام کیا جاتا ہے جو اسراف ہے اور شرعاً حرام ہے۔ مثلاً ایک چراغ سے مسجد روشن ہو سکتی ہے تو اس کی بجائے دس پندرہ جلا دیئے جاتے ہیں۔

مذکور الصدر نقائص پر شخص بھی بھائیوں کو متنبہ کرنا چاہے تو بجائے اپنی اصلاح کے اس مصلح کو وہابی۔ بے ایمان۔ دشمن رسولؐ کے القاب سے یاد کیا جاتا ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار وما علینا الا البلاغ۔

جواب طلب امور کے لئے جوابی کارڈ یا لفافہ آنا ضروری ہے



پنجاب پریس لاہور میں باہتمام مولوی عبید اللہ انور پرنٹر پبلشر چھپا اور دفتر رسالہ خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع ہوا